اشاعتِ اوّل: شعبان ۱٤٤۰ھ/ اپریل ۲۰۱۹

دینی تعلیمات پر مشتمل دس مفید

علمی وتحقیقی مضامین (تیسرا حصہ)

- ماہِ شعبان المعظّم: فضائل، احکام اور منکرات
- پانی پینے کی سنتیں اور آداب (پشتو اور اُردو دونوں زبانوں میں)
- نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے!
- نیکی اللہ کی بارگاہ میں کب قبول ہوتی ہے؟
- سلام کے آداب اور احکام مع مصافحہ کے چند بنیادی مسائل
- تحقیقِ حدیث: ایک نماز قضا کرنے پر دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم میں جلنے کا عذاب
- نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟
- ماہواری سے پاک ہوجانے کے بعد شوہر بیوی سے کب صحبت کرسکتا ہے؟
- عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنے کا حکم
- کیا سہ روزہ، چلہ وغیرہ لگانا بدعت ہے؟؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ وہ بغیر کسی استحقاق کے دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔الحمدللہ کہ ایک عرصے سے تحریری طور پر بھی دین کی خدمت کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے، جس کے نتیجے میں متعدد کتب ورسائل لکھنے کی توفیق نصیب ہوئی،اسی کے ساتھ ساتھ تحریری طور پر دینی سوالات کے جوابات دینے کا سلسلہ بھی قائم ہے،بسا اوقات یہ جوابات مقالات ومضامین کی صورت اختیار کرلیتے ہیں، زیرِ نظر کتاب درحقیقت ان تفصیلی مضامین کا تیسرا مجموعہ ہے جو مختلف سوالات کے جواب میں یا کسی اور ضرورت کے تحت لکھے گئے ہیں،ان میں نظریاتی مضامین بھی ہیں، فقہی بھی اور تحقیقی بھی۔ان کے مابین کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا،اس لیے ان کے مابین کوئی خاص ربط وتعلق نہیں بلکہ ہر ایک مضمون دوسرے سے مختلف ہے،چوں کہ اس طرح کے مضامین کافی تعداد میں ہیں اس لیے اس تیسرے حصے کے بعد ان مضامین کے دیگر حصے بھی جلد مرتّب کرلیے جائیں گے ان شاءاللہ۔اہلِ علم سے درخواست ہے کہ ان مضامین میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرماکر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین،اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ فقیر الی اللہ

مبین الرحمٰن

رجب المرجّب 1440ھ/اپریل 2019

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

03362579499

ماہِ شعبان المعظّم سے متعلق متعدد غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے مطالعہ کیجیے

ماہِ شعبان المعظّم

فضائل، احکام اور منکرات

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ماہِ شعبان کی فضیلت:

شعبان اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو بھی بڑی ہی فضیلت اور عظمت عطا فرمائی ہے، اس میں شبِ برأت جیسی عظیم رات بھی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو حضور اقدس ﷺ یہ دُعا مانگتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔

- کتاب الدعاء للطبرانی:

٩١١- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ». (باب القول عند دخول رجب)

اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ان دو مبارک مہینوں میں اپنی عبادات اور اِطاعت کی توفیق عطا کرکے ان میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجیے تاکہ ہم اس مبارک مہینے کے اعمال، فضائل وبرکات اور انوارات سے مستفید ہوسکیں۔

- مرقاۃ شرح المشکاۃ میں ہے:

(وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ) مُنَوَّنٌ وَقِيلَ: غَيْرُ مُنْصَرِفٍ (قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا) أَيْ: فِي طَاعَتِنَا وَعِبَادَتِنَا (فِي رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ) أَيْ: إِدْرَاكَهُ بِتَمَامِهِ، وَالتَّوْفِيقَ لِصِيَامِهِ وَقِيَامِهِ.

اور ماہِ شعبان کی فضیلت اس لیے بھی ہے کہ اس کے متصل بعد ہی رمضان کا نہایت ہی مبارک مہینہ ہے، جس کے لیے شعبان میں تیاری کرنے کا بہترین موقع میسر آجاتا ہے اور رمضان میں خوب سے خوب تر عبادات ادا کرنے کی پہلے ہی سے عادت ہوجاتی ہے، گویا کہ یہ مہینہ رمضان کی تمہید ہے۔

(شعبان اور شبِ برأت کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

ماہِ شعبان کے اعمال:

شعبان کے مہینہ کی فضیلت اور اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں عبادات کا خوب اہتمام کیا جائے۔ یہ عبادات دن میں بھی ادا کی جاسکتی ہیں اور رات میں بھی، اس کے لیے کوئی وقت یا تاریخ خاص نہیں اور نہ ہی اس کے لیے کوئی خاص عبادت مقرر ہے، بلکہ ہر شخص اپنی وسعت کے مطابق پورے مہینے کے شب و روز میں موقع محل کے اعتبار سے جس قدر نوافل، ذکر و تلاوت، دعاؤں اور روزوں وغیرہ کا اہتمام کر سکتا ہے تو یہ بڑی ہی فضیلت کی بات ہے۔

ماہِ شعبان کے روزے:

ماہِ شعبان میں دیگر عبادات کی طرح روزے رکھنے کی بھی فضیلت ہے کیوں کہ اس مہینے میں حضور ﷺ سے کثرت سے روزے رکھنا ثابت ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس ماہ میں اللہ کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میری خواہش ہے کہ میرے اعمال اس حالت میں پیش کیے جائیں کہ میرا روزہ ہو۔ اس لیے شعبان کے پورے مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھا جاسکتا ہے، ہر دن کے روزے کی فضیلت ہے، چنانچہ ہر شخص اپنی وسعت و طاقت کے مطابق پورے مہینے میں جتنے بھی روزے رکھنا چاہے تو یہ سعادت کی بات ہے۔ ساتھ میں یہ بات بھی یاد رہے کہ شعبان میں روزے رکھنا زیادہ سے زیادہ مستحب عمل ہے، اس لیے اس کو ضروری سمجھنا اور اس معاملے میں حدود سے تجاوز کرنا ناجائز ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ شعبان کے آخری دو تین دنوں میں روزے نہیں رکھنے چاہییے کیوں کہ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، اس ممانعت کی وجوہات یہ ہیں کہ ایک تو رمضان اور شعبان کے ایام خلط ملط نہ ہوں، دوم یہ کہ رمضان پر کسی دن کے اضافے کا شبہ پیدا نہ ہو، اور سوم یہ کہ رمضان سے پہلے دو تین دن وقفہ کرکے رمضان کے لیے تازہ دم ہوا جائے، البتہ اگر کسی شخص کا کسی دن روزہ رکھنے کا معمول ہو جیسے پیر یا جمعرات کے دن، اور یہ دن شعبان کی آخری تاریخوں میں آجائیں تو ایسی صورت میں معمول کے مطابق رمضان کے آخری دو تین دنوں میں بھی یہ روزے رکھنا جائز ہے۔

(صحیح البخاری حدیث: 1914، 1969، سنن الترمذی حدیث: 684، 737، ہندیہ، رد المحتار، مرقاۃ، اصلاحی خطبات)

• صحیح البخاری میں ہے:

١٩٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ. (بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ)

١٩١٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ». (بَاب: لَا يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ)

• سنن الترمذی میں ہے:

٦٨٤- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِيَوْمٍ وَلَا بِيَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذَلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ، صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ ثُمَّ أَفْطِرُوا». وَفِي البَابِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. رَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِ هَذَا. حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: كَرِهُوا أَنْ يَتَعَجَّلَ الرَّجُلُ بِصِيَامٍ قَبْلَ دُخُولِ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمَعْنَى رَمَضَانَ، وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يَصُومُ صَوْمًا فَوَافَقَ صِيَامُهُ ذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَهُمْ.

• سنن النسائی میں ہے:

٢٣٥٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ أَبُو الْغُصْنِ شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي

أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ أَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ: «ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ».

پندرہ شعبان: حقیقت، فضیلت اور اعمال

شبِ برأت کی فضیلت:

ماہِ شعبان کی فضیلت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں شبِ برأت جیسی عظیم الشان رات پائی جاتی ہے، یہ پندرہویں شعبان کی رات ہوتی ہے، احادیثِ مبارکہ سے اس کی بڑی فضیلت ثابت ہے۔ دیگر راتوں کی طرح یہ رات بھی مغرب ہی سے شروع ہوجاتی ہے، اس رات خصوصی طور پر اللہ کے بندوں پر اللہ کی بخشش، رحمتوں اور مہربانیوں کا نزول ہوتا ہے، بندوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے مغفرت کا عام اعلان فرماتے ہوئے بے شمار بندوں کی بخشش فرماکر ان کو جہنم سے چھٹکارہ عطا فرماتا ہے۔ برأت کے معنی نجات پانے کے ہیں، چوں کہ اس رات اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو جہنم سے نجات دیتے ہیں اس لیے اس کو شبِ برأت کہا جاتا ہے۔ یہ اس قدر عظیم الشان رات ہے، لیکن کچھ بدنصیب ایسے بھی ہیں کہ اس عظیم رات بھی ان کی بخشش نہیں ہوتی، جن کا ذکر مختلف احادیث مبارکہ میں وارد ہے:

- کسی مسلمان کے لیے دل میں بغض اور کینہ رکھنے والا۔
- رشتہ داری توڑنے والا۔
- کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا۔
- بدکار عورت۔
- شرک اور کفر کرنے والا۔
- والدین کا نافرمان۔

بعض روایات میں ٹخنے چھپانے والے مرد اور شرابی کا بھی ذکر آیا ہے۔

ان احادیثِ مبارکہ کا درس یہ ہے کہ ان گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کی جائے، اور جو لوگ ان گناہوں میں مبتلا ہیں وہ ان سے سچی توبہ کرلیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے حقدار قرار پائیں۔
(شعب الایمان حدیث: 3548، 3555، 3557، سنن الترمذی حدیث: 739، مسند احمد حدیث: 6642، صحیح ابن حبان حدیث: 5665، شعبان و شب برأت کے فضائل و احکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

شبِ برأت کے اعمال:

امت کے بزرگانِ دین اس رات میں عبادات کا خصوصی اہتمام فرماتے رہے ہیں، اس رات عبادات کے لیے جاگنا اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اس لیے ہر شخص کو اپنی وسعت کے مطابق نوافل، ذکر و تلاوت اور دعاؤں وغیرہ کا اہتمام کرنے کی سعادت حاصل کرنی چاہیے۔ اخلاص کے ساتھ رات کا جس قدر بھی حصہ عبادات میں بسر کرنے کا موقع میسر آجائے تو فضیلت کی بات ہے، البتہ عبادات کا یہ اہتمام مساجد کی بجائے اپنے گھروں میں ہونا چاہیے اور یہی افضل ہے، اس لیے مساجد میں جمع ہو کر نفلی عبادات کا اہتمام کرنا شریعت کے مزاج کے موافق نہیں۔ ساتھ میں یہ واضح رہے کہ شبِ برأت میں قرآن و سنت سے کوئی بھی مخصوص عبادت ثابت نہیں، بلکہ اس میں عام عبادات جیسے نماز، تلاوت، ذکر اور دعاؤں وغیرہ ہی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ آجکل بعض حضرات نے اس رات کے لیے مخصوص نمازیں اور عبادات بنا رکھی ہیں جن کا قرآن و سنت سے کوئی ثبوت نہیں، ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے 15 شعبان یعنی شبِ برأت کے حوالے سے اپنی طرف سے ایک نماز ایجاد کر رکھی ہے کہ دو یا چار رکعات اس طرح ادا کی جائیں کہ پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد فلاں سورت اتنی بار پڑھی جائے، دوسری رکعت میں فلاں سورت اتنی بار پڑھی جائے تو واضح رہے کہ یہ بھی شریعت سے ثابت نہیں، اسی طرح بعض لوگ صلاۃ التسبیح یا کوئی اور نفل نماز باجماعت ادا کرتے ہیں تو واضح رہے کہ یہ بھی جائز نہیں۔ اس لیے اپنی طرف سے کسی رات سے متعلق فضائل بیان کرنا یا عبادات خاص کرنا شریعت کے خلاف اور بہت بڑا جرم ہے۔ (اصلاحی خطبات، فتاویٰ محمودیہ)

شبِ برأت میں قبرستان جانے کا حکم:

حضور اقدس ﷺ سے زندگی میں صرف ایک بار اس رات قبرستان جانا ثابت ہے، تو اگر قبرستان جانا اس رات کے مستقل اعمال میں سے ہوتا اور سنت یا مستحب ہوتا تو یہ عمل متعدد بار ثابت ہوتا اور اسی طرح حضرات صحابہ کرام سے بھی اس کا معمول ثابت ہوتا، حالاں کہ احادیث سے ایسا کچھ بھی ثابت نہیں، اس لیے اگر کوئی شخص پندرہ شعبان کو زندگی میں ایک بار یا کبھی کبھار حضور ﷺ کی اتباع کی نیت سے چلا جائے تو یہ درست ہے، لیکن 15 شعبان کی رات قبرستان جانے کو سنت سمجھنا یا اس رات کے اعمال میں سے سمجھنا یا اس کا خصوصی اہتمام کرنا یا اجتماعی صورت میں جانا حتی کہ قبرستان میں چراغاں کرنا، قبروں پر پھول ڈالنا، عرقِ گلاب چھڑکنا یا ان جیسی دیگر بدعات ورسومات سرانجام دینا؛ ان سب باتوں کی دین میں کوئی حقیقت نہیں، بلکہ اپنی طرف سے ایجاد کردہ بدعات ہیں، جن سے اجتناب کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔(اصلاحی خطبات، فتاویٰ محمودیہ)

شبِ برأت میں کھانا وغیرہ تقسیم کرنے کا حکم:

پندرہ شعبان کے دن یا رات میں خصوصیت کے ساتھ کوئی حلوہ، چاول وغیرہ پکانے یا تقسیم کرنے کا اہتمام کرنا قرآن وسنت سے ہرگز ثابت نہیں، بلکہ یہ سب باتیں اپنی طرف سے ایجاد کردہ بدعات ہیں، اس لیے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔(اصلاحی خطبات، فتاویٰ محمودیہ)

پندرہ شعبان کا روزہ:

15 شعبان کے روزے سے متعلق ذخیرۂ احادیث میں صرف ایک حدیث ایسی ملتی ہے جس سے روزہ رکھنا ثابت ہوتا ہے، اور وہ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ بعض اہلِ علم نے تو اس حدیث کو قبول فرماتے ہوئے اس دن روزہ رکھنے کو مستحب قرار دیا ہے، جبکہ بعض دیگر اہلِ علم فرماتے ہیں کہ محض ایک ضعیف حدیث کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ 15 شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار نہیں دیا جاسکتا، البتہ اگر کوئی شخص اس دن روزہ رکھنا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ ایامِ بیض یعنی

13، 14، 15 شعبان کے تین روزے رکھے جائیں کیوں کہ ہر اسلامی مہینے کی ان تاریخوں کو روزے رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، تو اس طرح ان کے ضمن میں پندرہ شعبان کا روزہ بھی آجاتا ہے، یا صرف پندرہ شعبان کا روزہ اس نیت سے رکھا جائے کہ ویسے بھی شعبان کے مہینے میں روزے رکھنا بڑی فضیلت کی بات ہے تو یہ پندرہ شعبان بھی انہی میں سے ایک دن ہے اور ایام بیض میں سے بھی ہے، تو یہ بھی درست ہے، البتہ اس دن کو کوئی خاص فضیلت دینا ثابت نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ، بہشتی زیور، فتاویٰ دار العلوم زکریا، اصلاحی خطبات، فتاویٰ حقانیہ، شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

شعب الایمان میں ہے:

٣٥٤٢- عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَتَهَا، وَصُومُوا يَوْمَهَا، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ، أَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَأَرْزُقَهُ، أَلَا مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ، أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ». وأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، فَذَكَرَهُ بِإِسْنَادِهِ، وَذَكَرَ فِيهِ لَفْظَ النُّزُولِ، وَقَالَ بَدَلَ السَّائِلِ: «أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ»، أَلَا كَذَا...

٣٥٤٣- عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ اللهُ مِنَ الذُّنُوبِ أَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ»...

٣٥٤٤- عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَخَرَجَتْ عَائِشَةُ تَطْلُبُهُ فِي الْبَقِيعِ، فَرَأَتْهُ رَافِعًا رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ؟ قَالَتْ: فقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ أَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ. وَلِهَذَا الْحَدِيثِ شَوَاهِدُ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ، وَأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَاسْتَثْنَى فِي بَعْضِهَا: الْمُشْرِكَ وَالْمُشَاحِنَ، وَفِي بَعْضِهَا: الْمُشْرِكَ، وَقَاطِعَ الطَّرِيقِ، وَالْعَاقَّ، وَالْمُشَاحِنَ، وَقَدْ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ مَوْصُولًا كَمَا:

٣٥٤٥- عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَخَرَجْتُ أَطْلُبُهُ، فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ رَافِعًا رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: وَمَا بِي مِنْ ذَلِكَ، وَلَكِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ....

٣٥٤٦- عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ عَمِّهِ، عَنْ جَدِّهِ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: يَنْزِلُ اللهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ إِلَّا رَجُلٍ مُشْرِكٍ أَوْ فِي قَلْبِهِ شَحْنَاءُ.

٣٥٤٧- عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: «لِكُلِّ نَفْسٍ إِلَّا إِنْسَانًا فِي قَلْبِهِ شَحْنَاءُ أَوْ مُشْرِكًا بِاللهِ».

٣٥٤٨- وأَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ عُثْمَانَ الْأَهْوَازِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، بِإِسْنَادِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: عَنْ أَبِيهِ، وَعَمِّهِ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَقَالَ: فَيَغْفِرُ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ إِلَّا الْعَاقَّ وَالْمُشَاحِنَ.

٣٥٥٠- أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّغَانِيُّ: حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ: أَخْبَرَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ: حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ قال: إِنَّ اللهَ يَطْلُعُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فِي النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ إِلَّا لِرَجُلَيْنِ إِلَّا كَافِرٍ أَوْ مُشَاحِنٍ، لَمْ يُجَاوِزْ بِهِ مَكْحُولًا، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مَكْحُولٍ عَمَّنْ فَوْقَهُ مُرْسَلًا ومَوْصُولًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

٣٥٥٠- عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قال: «فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا الْمُشْرِكَ وَالْمُشَاحِنَ». هَذَا مُرْسَلٌ. وَرُوِيَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ أَيْضًا بَيْنَ مَكْحُولٍ، وَأَبِي ثَعْلَبَةَ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ كَمَا:

٣٥٥١- عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ

اطَّلَعَ اللهُ إِلَى خَلْقِهِ فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِ، وَيُمْلِي لِلْكَافِرِينَ، وَيَدَعُ أَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتَّى يَدَعُوهُ».

٣٥٥٥- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ نَادَى مُنَادٍ: هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ، هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ فَلَا يَسْأَلُ أَحَدٌ شَيْئًا إِلَّا أُعْطِيَ إِلَّا زَانِيَةٌ بِفَرْجِهَا أَوْ مُشْرِكٌ».

٣٥٥٦- عَنْ أَبِي رُهْمٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ حَدِّثْنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَأُحَدِّثُكَ بِمَا رَأَيْتُهُ يَصْنَعُ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ، قَالَ: «اللهُمَّ امْلَأْ سَمْعِي نُورًا، وَبَصَرِي نُورًا، وَمِنْ بَيْنَ يَدَيَّ نُورًا، وَمِنْ خَلْفِي نُورًا، وَعَنْ يَمِينِي نُورًا، وَعَنْ شِمَالِي نُورًا، وَمِنْ فَوْقِي نُورًا، وَمِنْ تَحْتِي نُورًا، وَعَظِّمْ لِيَ النُّورَ بِرَحْمَتِكَ» -وَفِي رِوَايَةِ مُحَمَّدٍ: «وَأَعْظِمْ لِي نُورًا»، ثُمَّ اتَّفَقَا- قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَوَضَعَ عَنْهُ ثَوْبَيْهِ ثُمَّ لَمْ يَسْتَتِمَّ أَنْ قَامَ فَلَبِسَهُمَا فَأَخَذَتْنِي غَيْرَةٌ شَدِيدَةٌ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَأْتِي بَعْضَ صُوَيْحِبَاتِي فَخَرَجْتُ أَتْبَعُهُ فَأَدْرَكْتُهُ بِالْبَقِيعِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ يَسْتَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالشُّهَدَاءِ، فَقُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي أَنْتَ فِي حَاجَةِ رَبِّكَ، وَأَنَا فِي حَاجَةِ الدُّنْيَا فَانْصَرَفْتُ، فَدَخَلْتُ حُجْرَتِي وَلِي نَفَسٌ عَالٍ، وَلَحِقَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: مَا هَذَا النَّفَسُ يَا عَائِشَةُ؟، فَقُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي أَتَيْتَنِي فَوَضَعْتَ عَنْكَ ثَوْبَيْكَ ثُمَّ لَمْ تَسْتَتِمَّ أَنْ قُمْتَ فَلَبِسْتَهُمَا فَأَخَذَتْنِي غَيْرَةٌ شَدِيدَةٌ، ظَنَنْتُ أَنَّكَ تَأْتِي بَعْضَ صُوَيْحِبَاتِي حَتَّى رَأَيْتُكَ بِالْبَقِيعِ تَصْنَعُ مَا تَصْنَعُ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ؟ بَلْ أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: هَذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلَّهِ فِيهَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُورِ غَنَمِ كَلْبٍ، لَا يَنْظُرُ اللهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ، وَلَا إِلَى مُشَاحِنٍ، وَلَا إِلَى قَاطِعِ رَحِمٍ، وَلَا إِلَى مُسْبِلٍ، وَلَا إِلَى عَاقٍّ لِوَالِدَيْهِ، وَلَا إِلَى مُدْمِنِ خَمْرٍ. قَالَ: ثُمَّ وَضَعَ عَنْهُ ثَوْبَيْهِ فَقَالَ لِي: يَا عَائِشَةُ تَأْذَنِينَ لِي فِي قِيَامِ هَذِهِ اللَّيْلَةِ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ بِأَبِي وَأُمِّي، فَقَامَ فَسَجَدَ لَيْلًا طَوِيلًا حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ قُبِضَ فَقُمْتُ أَلْتَمِسُهُ، وَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى بَاطِنِ قَدَمَيْهِ فَتَحَرَّكَ فَفَرِحْتُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ، وَأَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، جَلَّ وَجْهُكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ

عَلَى نَفْسِكَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرْتُهُنَّ لَهُ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ تَعَلَّمْتِهِنَّ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: تَعَلَّمِيهِنَّ وَعَلِّمِيهِنَّ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَّمَنِيهِنَّ وَأَمَرَنِي أَنْ أُرَدِّدَهُنَّ فِي السُّجُودِ.

ماہِ شعبان اور شبِ برأت سے متعلق بعض امور کی وضاحت

ماہِ شعبان میں اللہ کی بارگاہ میں اعمال کی پیشی:

یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ماہِ شعبان میں اللہ کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں، جیسا کہ سنن النسائی میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ دیگر مہینوں کی بنسبت ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے ہیں ؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غفلت برتتے ہیں، اس ماہ میں اللہ کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میری خواہش ہے کہ میرے اعمال اس حالت میں پیش کیے جائیں کہ میرا روزہ ہو۔

٢٣٥٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ أَبُو الْغُصْنِ شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ أَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ: «ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ».

15 شعبان کی رات تقدیر کے متعدد فیصلوں کا ہونا:

ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ 15 شعبان کی رات بڑی فضیلت والی ہے، احادیث مبارکہ میں اس رات سے متعلق متعدد باتیں ثابت ہیں، جن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس رات تقدیر سے متعلق متعدد فیصلے ہوا کرتے ہیں، جیسا کہ الدعوات الکبیر للبیہقی میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس [15 شعبان] کی

رات میں کیا ہوتا ہے؟ حضرت عائشہ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال جتنے بھی بنی آدم پیدا ہونے والے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے بنی آدم اس سال فوت ہونے والے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں، اور اس رات میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں، اور اس رات میں لوگوں کا مقررہ رزق اترتا ہے۔

الدعوات الکبیر للبیہقی:

٥٣٠- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ.... فَمَا زَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي قَائِمًا وَقَاعِدًا حَتَّى أَصْبَحَ، فَأَصْبَحَ وَقَدِ اضْمَغَدَتْ قَدَمَاهُ، فَإِنِّي لَأَغْمِزُهَا، وأقول: بِأَبِي أَنْت وَأُمِّي، أَتْعَبْتَ نَفْسَكَ، أَلَيْسَ قَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ أَلَيْسَ قَدْ فَعَلَ اللهُ بِكَ؟ أَلَيْسَ أَلَيْسَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟ هَلْ تَدْرِينَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ؟ قَالَتْ: مَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: فِيهَا أَنْ يُكْتَبَ كُلُّ مَوْلُودٍ مِنْ مولود بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ، وَفِيهَا أَنْ يُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ، وَفِيهَا تُرْفَعُ أَعْمَالُهُمْ، وَفِيهَا تَنْزِلُ أَرْزَاقُهُمْ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا من أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا بِرَحْمَةِ اللهِ؟ قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا بِرَحْمَةِ اللهِ، قُلْتُ: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى هَامَتِهِ فَقَالَ: وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ، يَقُولُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

(باب القول والدعاء ليلة البراءة)

اسی طرح کی بعض دیگر روایات بھی ذخیرۂ احادیث میں موجود ہیں، اگر ان روایات میں کچھ کمزوری پائی بھی جاتی ہے تو اس کے باوجود بھی ان سب کو ملا کر مجموعی اعتبار سے یہ روایات قابل قبول ہیں۔ ان تمام احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس رات تقدیر کے متعدد فیصلے ہوتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اس پر شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ جب تقدیر پہلے لکھی جاچکی ہے تو پھر اس رات تقدیر کے فیصلے لکھے جانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا جواب اہل علم نے یہ دیا ہے کہ عینِ ممکن ہے کہ اس رات لوحِ محفوظ میں لکھے گئے ان فیصلوں کی فہرست علیحدہ کرکے ان فرشتوں کے سپرد کردی جاتی ہے جن کے ذمے یہ کام ہیں۔

کیا تقدیر کے فیصلے شبِ قدر میں بھی ہوتے ہیں؟

قرآن اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ شبِ قدر میں تقدیر کے فیصلے ہوا کرتے ہیں جس کا ذکر سورۃ الدخان میں بھی ہے، اس لیے شبِ قدر میں تقدیر کے متعدد فیصلوں کا ہونا ٹھوس دلائل سے ثابت ہے، البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہِ شعبان میں بھی تقدیر کے متعدد فیصلے ہوتے ہیں جیسے حدیث میں ہے کہ شعبان میں ان تمام بنی آدم کا نام لکھ دیا جاتا ہے جنھیں آئندہ سال موت آنی ہے، جیسا کہ مسند ابی یعلیٰ حدیث میں ہے:

٤٩١١- عن أبي سلمة عن أبي هريرة: أن عائشة حدثتهم أن النبي ﷺ كان يصوم شعبان كله، قالت: قلت: يارسول الله أحب الشهور إليك أن تصومه شعبان، قال: «إن الله يكتب على كل نفس ميتة تلك السنة فأحب أن يأتيني أجلي وأنا صائم».

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٩٨٥٧- حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ، وَذَلِكَ أَنَّهُ تُنْسَخُ فِيهِ آجَالُ مَنْ يَمُوتُ فِي السَّنَةِ.

جبکہ بعض احادیث میں 15 شعبان کی رات سے متعلق بھی یہ امور ثابت ہوتے ہیں کہ اس رات تقدیر سے متعلق متعدد فیصلے ہوا کرتے ہیں، جیسا کہ ماقبل میں الدعوات الکبیر للبیہقی کے حوالے سے حدیث ذکر ہوئی۔ یہ احادیث کمزور ہیں لیکن بعض اہل علم کے نزدیک مجموعی اعتبار سے قابل قبول ہیں، اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان احادیث کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے، جب دونوں میں تطبیق اور جوڑ کی صورت پیدا ہوسکتی ہو تو ٹکراؤ کی صورت پیدا کرنا یا ان احادیث کا یکسر انکار کرنا کسی طور مناسب

نہیں۔اس ظاہری ٹکراؤ کا جواب بعض اہل علم نے یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ شبِ برأت میں تقدیر کے اجمالی فیصلے ہوتے ہوں جبکہ شبِ قدر میں تفصیلی طور پر، یا شبِ برأت کو محض فیصلے ہوتے ہیں جبکہ شبِ قدر میں ان فیصلے کی فہرست عملدرامد کے لیے مقررہ فرشتوں کے حوالے کردی جاتی ہے۔ یہ تمام باتیں سامنے رکھی جائیں تو خلجان نہیں رہتا ورنہ تو لوگ ان سب باتوں کو خلط ملط کرلیتے ہیں، اور بلاوجہ بعض امور کا انکار کردیتے ہیں۔

کیا شبِ برأت کی فضیلت قرآن سے ثابت ہے؟

قرآن کریم سورۃ الدخان میں جس مبارک رات کا ذکر ہے تو اس سے مراد جمہور اہل علم کے نزدیک شبِ قدر ہے، جہاں تک شبِ برأت کا تعلق ہے تو قرآن کریم میں اس رات سے متعلق کوئی تذکرہ موجود نہیں، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس رات کی فضیلت ہی نہیں کیوں کہ شبِ برأت کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے، اور امت کے جلیل القدر ائمہ کرام نے اس کو تسلیم کیا ہے۔مزید تفصیل کے لیے معارف القرآن سورۃ الدخان ملاحظہ فرمائیں۔

کیا شبِ برأت میں اعمال نامہ تبدیل ہوتا ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شبِ برأت کو اعمال نامے تبدیل ہوتے ہیں تو واضح رہے کہ قرآن وسنت سے اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا۔

مبین الرحمٰن

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

24رجب المرجّب1440ھ/یکم اپریل2019

03362579499

پانی پینے جیسی عظیم نعمت سے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے آگاہی حاصل کیجیے

پانی پینے کی سنتیں اور آداب

پشتو اور اُردو دونوں زبانوں میں

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

د اُوبو څکلو سُنّتونه

۱: د اوبو څکلو نه مخکي ''بِسْمِ اللّٰه'' ويل، او د څکلو نه پس ''اَلْحَمْدُ لله'' ويل سنت دي. (جامع الترمذي، حديث لمبر: ۱۸۸۵)

۲: د اوبو څکلو نه پس صرف ''اَلْحَمْدُلله''ويل سنت دي، او دا دُعا ويل هم په حديثو کي راځي:

اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ، وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا.

(كتاب الدعاء للطبراني، حديث لمبر: ۸۹۹)

ترجمه: ټول صفتونه الله لره دي، چا چې په خپل رحمت سره په مونږ خوږې اوبه اوسکولې، او زمونږ ده ګناهونو په وجه هغه اوبه يې تروې او ترخې اُو نه ګرځولې.

۳: اوبه په ښیٰ لاس څکل سنت دې، او که چرې څه مجبورې نه وې نو په ګس لاس اوبه څکل نه دي پکار. (صحيح مسلم حديث لمبر: ۲۰۲۰)

٤: اوبه ښه په قلاره او په سکون سره څکل پکار دي، ټولې اوبه په يویٰ ساه او په يو ځل څکل ښه نه دې. اوبه په دوؤ يا په دريو نه زيات ساګانو څکل هم ټيک ده، ښو په درې ساګانو څکل سنت او غوره دې. دغه رنګې که چرې څوک د يو نه زيات جامونه اوبه څکل غواړي نو بيا هم هر يو جام په دريو ساګانو څکل غوره دې.

(جامع الترمذي حديث لمبر: ۱۸۸۵ ،سنن أبي داود حديث لمبر: ۳۷۲۹،۳۷، امداد الفتاوی ٤\۱۰۳)

۵: د اوبو څکلو په وخت کي په لوښي کې ساه اخيستل نه دي پکار، او چي کله څوک ساه اخيستل غواړي نو جام دي د ښلې نه لري کړي او بيا دي ساه واخلي.

(صحيح البخاري حديث لمبر: ۱۵۳ ، جامع الترمذي حديث لمبر: ۱۸۸۸ ، ۱۸۸۷)

٦: که څه مجبوري وي نو بيا ښو په ولاړه اوبه څکل بالکل روا دي، په دې کي هيڅ ګناه نشته، او که چرې څه مجبورې نه وي نو بيا هم په ولاړي اوبه څکلو کي ګناه نشته، ښو دا ښه نه ده، ځکه چي په ناسته اوبه څکل سنت دي. (تکملة فتح الملهم)

٧: چې د کم لوښې څه ځاى مات وي او په هغې کې اوبه څکلو ضرورت پيښ شي نو د هغه مات ځاى نه اوبه نه دې څکل پکار.

(سنن أبي داود حديث لمبر: ٣٧٢٢)

٨: د اوبو څکلو په وخت کي اوبه کتل پکار دي، هسې نه چې په نا پوهۍ کې داسې څه څيز تير شې چې هغه نقصان رسونکې وې.

٩: په محفل کښي ناست خلکو باندي اوبه څکولو په وخت کي د ښۍ طرف نه شروع کول سنت دي، او چې کم کس اوبه څکولو والا يي نو د هغه د پاره د ټولو په اخيره کې اوبه څکل سنت دي.

(صحيح البخاري، حديث لمبر: ٢٣٥٢، صحيح مسلم، حديث لمبر: ٦٨١)

پانی پینے کی سنتیں اور آداب

1: پانی پیتے وقت شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھے، اور پانی پی لینے کے بعد ''الحمد للہ'' کہے۔

(جامع الترمذي حديث: 1885)

2: پانی پینے کے بعد صرف '' الحمد للہ'' کہنا بھی کافی ہے، البتہ یہ دعا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے:
اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ، وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا.

(كتاب الدعاء للطبراني حديث: 899)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی رحمت سے ہمیں میٹھا، خوشگوار پانی پلایا، اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اس کو کھارا، کڑوا نہیں بنایا۔ (پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں)

3: پانی دائیں ہاتھ سے پینا سنت ہے، اس لیے بلا ضرورت بائیں ہاتھ سے نہیں پینا چاہیے۔

(صحيح مسلم، حديث: 2020)

4: پانی سکون واطمینان سے پینا چاہیے، ایک ہی سانس میں سارا پانی غٹا غٹ پی جانا بہتر نہیں ہے۔ پانی دو سانس یا تین سے زائد سانس میں پینا بھی درست ہے، البتہ تین سانس میں پانی پینا سنت اور افضل ہے۔

(جامع الترمذي، حديث: 1885. سنن أبي داود، حديث:37،3729)

اسی طرح اگر ایک سے زائد گلاس پانی پینا ہو تو اس میں بھی ہر ہر گلاس کو تین سانس میں پینا زیادہ مناسب ہے۔ (امداد الفتاوی:4\103)

5: پانی پینے کے دوران جب سانس لینے کی نوبت آئے تو برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لے، برتن میں سانس نہ لے۔ (صحيح البخاري حديث: 153، جامع الترمذي حديث: 1888،1887)

6: کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا تو بالکل جائز ہے، البتہ کوئی عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پینا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں ہے، بلکہ سنت یہی ہے کہ بیٹھ کر پانی پیے۔ (تكملة فتح الملهم)

7: جس برتن کا کوئی کنارہ ٹوٹا ہوا ہو اور اس میں پانی پینے کی نوبت آئے تو اس ٹوٹی ہوئی جگہ سے پانی نہ پیے۔ (سنن أبي داود حديث: 3722)

8: پانی پیتے وقت پانی کو دیکھ لینا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں کوئی ایسی چیز منہ میں چلی جائے جو کہ نقصان دینے والی ہو۔

9: محفل میں موجود افراد کو پانی پلانا ہو تو دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے، اور بہتر یہ ہے کہ پلانے والا سب سے آخر میں پیے۔ (صحيح البخاري حديث: 2352، صحيح مسلم حديث: 681)

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

- تکملۃ فتح الملھم۔
- اسلام اور ہماری زندگی از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔
- کھانے پینے کے آداب از مفتی محمد رضوان صاحب۔

مذہبِ احناف سے متعلق غلط فہمی کا ازالہ کیجیے

نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے !

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

احناف کے نزدیک نماز میں سورتِ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔

احناف کا یہ مذہب متعدد دلائل سے ثابت ہے:

- «مسند أحمد» میں ہے کہ:

١٨٨٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ قَالَ: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ، أَوْ سَمِعَهُ حُجْرٌ مِنْ وَائِلٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَرَأَ: «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» قَالَ: «آمِينَ» وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ.

- «المعجم الكبير» میں ہے کہ:

١٠٩ - عن وائل الحضرمي: أنه صلى خلف النبي ﷺ فلما قال: «ولا الضالين» قال : «آمين» فأخفى بها صوته، ووضع يده اليمنى على يده اليسرى، وسلم عن يمينه وعن يساره.

ان دونوں احادیث میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی تو جب وہ «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» تک پہنچے تو "آمین" کہا اور اپنی آواز کو پوشیدہ رکھا۔

- «المستدرك للحاكم» میں ہے کہ:

٢٩١٣- عن علقمة بن وائل عن أبيه: أنه صلى مع النبي ﷺ حين قال : «غير المغضوب عليهم و لا الضالين» قال: «آمين» يخفض بها صوته.

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين و لم يخرجاه.

تعليق الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی تو جب وہ «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» تک پہنچے تو "آمین" کہا اور اپنی آواز کو پست رکھا۔

نوٹ: امام حاکم اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

- «مسند الطيالسي» میں ہے کہ:

١١١٧- عَنْ وَائِلٍ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا قَرَأَ «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّينَ» قَالَ: «آمِينَ» خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ.

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی تو جب وہ «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» تک پہنچے تو ”آمین“ کہا اور اپنی آواز کو پست رکھا۔

- «مصنف عبد الرزاق» میں ہے کہ:

٢٥٩٦- عبد الرزاق عن معمر عن حماد عن إبراهيم قال: أربع يخفيهن الإمام: بسم الله الرحمن الرحيم والإستعاذة وآمين وإذا قال: سمع الله لمن حمده قال: ربنا لك الحمد.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے گا، ان میں سے ایک آمین بھی ہے۔

ایک اہم نکتہ:

جلیل القدر تابعی امام عطا فرماتے ہیں کہ ”آمین دعا ہے۔“

وَقَالَ عَطَاءٌ: آمِينَ دُعَاءٌ. (صحيح البخاري بَاب جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ)

اور دعا سے متعلق تو یہ ایک واضح سی بات ہے کہ اس میں آہستہ مانگنا افضل ہے، جیسا کہ اللہ تعالی سورۃ الاعراف میں فرماتے ہیں:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (٥٥)

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ نماز میں آہستہ آواز سے آمین کہنا افضل ہے۔

مبین الرحمٰن

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

23 شوال 1438ھ \ 18 جولائی 2017

پہلے سیکھیے پھر عمل کیجیے!!

نیکی

اللہ کی بارگاہ میں کب قبول ہوتی ہے؟؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نیکی کی قبولیت کے لیے شرائط

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی بھی نیکی کی قبولیت کے لیے تین شرائط ہیں:

1: وہ نیکی ایمان کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم شخص کی کوئی بھی نیکی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی، البتہ ان کی اچھے کاموں کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

2: وہ نیکی شریعت کے مطابق ہو، یہی وجہ ہے کہ جو نیکی شریعت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ اور یہ یاد رکھیے کہ نیکی شریعت کے مطابق سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں صحیح علم حاصل کیا جائے، صحیح علم حاصل کرنے کے بعد ہی وہ نیکی شریعت کے مطابق ادا کی جاسکتی ہے۔

3: وہ نیکی اخلاص کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے کہ جو عمل لوگوں کے دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت نہیں ہوتی۔

کسی بھی نیکی کی قبولیت کے لیے یہ تین باتیں پائی جانی ضروری ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی گئی تو وہ نیکی ہرگز قبول نہیں ہوگی، بلکہ وہ نیکی کہلائے جانے کے قابل ہی نہیں ہوتی۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نیکی کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے، جس کی وجہ سے زندگی گزر جاتی ہے لیکن ہمیں ٹھیک طرح نیکی کرنے کی توفیق بھی میسر نہیں آتی، جیسے نفل پڑھنا کتنی بڑی نیکی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہی نفل مکروہ اوقات میں ادا کرتا ہے تو اس کو ثواب تو کیا ملے گا بلکہ اُلٹا گناہ ملے گا، کیوں کہ مکروہ اوقات میں نفل نماز ادا کرنا جائز ہی نہیں، تو گویا کہ نیکی جب شریعت کی تعلیمات کے خلاف کی جائے تو وہ نیکی نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتا ہے، اس سے ان حضرات کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے جو نیکی کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ یہ شریعت کے مطابق ہے بھی یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیکی ہر جگہ نیکی نہیں ہوا کرتی، بلکہ نیکی حقیقی معنوں میں نیکی اس وقت بنتی ہے جب وہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ شریعت کی تعلیمات کے مطابق کی جائے!!

1: وفي «تفسير الرازي»:

ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْغَفُورُ ۝٢ (سورة الملك)

اَلْمَسْأَلَةُ السَّادِسَةُ: ذَكَرُوا فِي تَفْسِيرِ ﴿أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ وُجُوهًا: أَحَدُهَا: أَنْ يَكُونَ أَخْلَصَ

الْأَعْمَالِ وَأَصْوَبَهَا؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ إِذَا كَانَ خَالِصًا غَيْرَ صَوَابٍ: لَمْ يُقْبَلْ، وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ صَوَابًا غَيْرَ خَالِصٍ، فَالْخَالِصُ أَنْ يَكُونَ لِوَجْهِ اللهِ، وَالصَّوَابُ أَنْ يَكُونَ عَلَى السُّنَّةِ.

2: وفي «تفسير أبي السعود»:

مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝٩٧ (سورة النحل)

﴿مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا﴾ أي عملًا صالحاً أيَّ عملٍ كان. وهذا شروعٌ في تحريض كافةِ المؤمنين على كل عملٍ صالح غِبَّ ترغيبِ طائفةٍ منهم في الثبات على ما هم عليه من عمل صالحٍ مخصوصٍ دفعًا لتوهم اختصاصِ الأجر الموفورِ بهم وبعملهم المذكور. وقولُه تعالى: ﴿مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ﴾ مبالغةٌ في شموله للكل، ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ قيّده به؛ إذ لا اعتدادَ بأعمال الكفرة في استحقاق الثواب أو تخفيفِ العذاب؛ لقوله تعالى: ﴿وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا﴾. وإيثارُ إيرادِه بالجملة الاسمية الحالية على نظمه في سلك الصلةِ لإفادة وجوبِ دوامه ومقارنتِه للعمل الصالح.....إلخ

3: وفي «مدارك التنزيل»:

مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

أَجۡرَهُم بِأَحۡسَنِ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴿٩٧﴾ (سورة النحل)

﴿مَنۡ عَمِلَ صَٰلِحٗا مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ﴾ «من» مبهم يتناول النوعين إلا أن ظاهره للذكور فبين بقوله ﴿مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ﴾ ليعم الموعد النوعين. ﴿وَهُوَ مُؤۡمِنٞ﴾ شرط الإيمان؛ لأن أعمال الكفار غير معتد بها، وهو يدل على أن العمل ليس من الإيمان....إلخ

4: وفي «تفسير ابن كثير»:

مَنۡ عَمِلَ صَٰلِحٗا مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤۡمِنٞ فَلَنُحۡيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةٗ طَيِّبَةٗۖ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ أَجۡرَهُم

بِأَحۡسَنِ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴿٩٧﴾ (سورة النحل)

هذا وعد من الله تعالى لمن عمل صالحا -وهو العمل المتابع لكتاب الله تعالى وسنة نبيه من ذكر أو أنثى من بني آدم، وقلبه مؤمن بالله ورسوله، وإن هذا العمل المأمور به مشروع من عند الله- بأن يحييه الله حياة طيبة في الدنيا وأن يجزيه بأحسن ما عمله في الدار الآخرة. والحياة الطيبة تشمل وجوه الراحة من أي جهة كانت.

5: وفي «تفسير البيضاوي»:

وَقَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرۡجُونَ لِقَآءَنَا لَوۡلَآ أُنزِلَ عَلَيۡنَا ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَوۡ نَرَىٰ رَبَّنَاۗ لَقَدِ ٱسۡتَكۡبَرُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوّٗا كَبِيرٗا ﴿٢١﴾ يَوۡمَ يَرَوۡنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةَ لَا بُشۡرَىٰ يَوۡمَئِذٖ لِّلۡمُجۡرِمِينَ وَيَقُولُونَ حِجۡرٗا مَّحۡجُورٗا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمۡنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُواْ مِنۡ عَمَلٖ فَجَعَلۡنَٰهُ هَبَآءٗ مَّنثُورًا ﴿٢٣﴾ (سورة الفرقان)

﴿وَقَدِمۡنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُواْ مِنۡ عَمَلٖ فَجَعَلۡنَٰهُ هَبَآءٗ مَّنثُورًا﴾ أي وعمدنا إلى ما

عملوا في كفرهم من المكارم كقرى الضيف وصلة الرحم وإغاثة الملهوف فأحبطناه؛ لفقد ما هو شرط اعتباره، وهو تشبيه حالهم وأعمالهم بحال قوم استعصوا على سلطانهم فقدم إلى أشيائهم فمزقها وأبطلها ولم يبق لها أثراً...إلخ

6: وفي «تفسير ابن كثير»:

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُواْ مِنْ عَمَلٍ﴾ الآية، هذا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُحَاسِبُ اللهُ الْعِبَادَ عَلَى ما عملوه من الخير والشر، فأخبر أنه لا يحصل لِهَؤُلَاءِ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الْأَعْمَالِ الَّتِي ظَنُّوا أَنَّهَا مَنْجَاةٌ لَهُمْ شَيْءٌ، وَذلِكَ لِأَنَّهَا فَقَدَتِ الشَّرْطَ الشَّرْعِيَّ: إِمَّا الْإِخْلَاصُ فِيهَا وَإِمَّا الْمُتَابَعَةُ لِشَرْعِ اللَّهِ. فَكُلُّ عَمَلٍ لَا يَكُونُ خَالِصًا وَعَلَى الشَّرِيعَةِ الْمَرْضِيَّةِ فَهُوَ بَاطِلٌ، فَأَعْمَالُ الْكُفَّارِ لَا تَخْلُو مِنْ وَاحِدٍ مِنْ هٰذَيْنِ، وَقَدْ تَجْمَعُهُمَا مَعًا فَتَكُونُ أَبْعَدَ مِنَ الْقَبُولِ حِينَئِذٍ.

7: وفي «تفسير الجلالين»:

﴿وَقَدِمْنَآ﴾ عَمَدْنَا ﴿إِلَىٰ مَا عَمِلُواْ مِنْ عَمَلٍ﴾ مِنَ الْخَيْر كَصَدَقَةٍ وَصِلَة رَحِم وَقِرَى ضَيْف وَإِغَاثَة مَلْهُوف فِي الدُّنْيَا ﴿فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا﴾ هُوَ مَا يُرَى فِي الْكُوَى الَّتِي عَلَيْهَا الشَّمْس كَالْغُبَارِ الْمُفَرَّق: أَيْ مِثْله فِي عَدَم النَّفْع بِهِ؛ إِذْ لَا ثَوَاب فِيهِ؛ لِعَدَمِ شَرْطه، وَيُجَازَوْنَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا.

بندہ مبین الرحمٰن

23 ذوالحجہ 1439ھ 4 ستمبر 2018ء

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

ایک اہم معاشرتی عمل اور محبوب سنت سے آگاہی حاصل کیجیے

سلام کے آداب اور احکام

مع مصافحہ کے چند بنیادی مسائل

مبین الرّحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

1: سلام کرنا عظیم الشان سنت ہے، احادیثِ مبارکہ میں سلام کرنے اور سلام کو عام کرنے کی بڑی فضیلت اور تاکید آئی ہے۔

(سنن أبي داود رقم: 5193، صحيح مسلم رقم: 2162، تكملة فتح الملهم)

2: سلام کرنے میں پہل کرنے والا شخص اللہ تعالی کو بہت پسند ہے، اس لیے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ سلام کرنے میں پہل کرے، البتہ افضل اور بہتر یہ ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے، سواری پر سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے، چلتا ہوا شخص بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، لیکن اگر کوئی شخص اس کے برعکس کسی کو سلام کرلے تب بھی جائز ہے۔

(سنن أبي داود رقم: 5197، صحيح البخاري رقم: 6233،6231، الموسوعة الفقهية)

3: سلام کرنے یا جواب دینے میں اپنی طرف سے الفاظ کا اضافہ کرنا درست نہیں، بلکہ سلام کے جو الفاظ جس طریقے سے ثابت ہیں اسی پر عمل کرنا چاہیے، اسی طرح یہ بھی یاد رہے کہ سلام اور اس کے جواب کے الفاظ ''وَبَرَكَاتُه'' تک ہیں، اس کے آگے مزید الفاظ کا اضافہ کرنا سنت نہیں ہے۔

(موطأ إمام مالك رقم: 1748، موطأ إمام محمد رقم: 913، رد المحتار، معارف القرآن سورۃ النساء)

4: سلام کرتے وقت صرف ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' کہنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے ساتھ ''وَرَحْمَةُ اللهِ'' ملاکر سلام کرنے پر بیس نیکیاں، جبکہ مزید اس کے ساتھ ''وَبَرَكَاتُه'' ملانے پر تیس نیکیاں ملتی ہیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ پورا سلام یوں کیا جائے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه. اور جواب دینے میں بھی افضل یہی ہے کہ پورا جواب یوں دیا جائے: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه. (سنن أبي داود رقم: 5195، رد المحتار، تكملة فتح الملهم)

5: سلام کا جواب دینا واجب ہے، کسی عذر کے بغیر جواب نہ دینا گناہ ہے۔

(صحيح مسلم رقم: 5650 مع تكملة فتح الملهم، معارف القرآن سورۃ النساء)

6: خط، موبائل یا دیگر ذرائع اِبلاغ کے ذریعے بھیجے گئے سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے، چاہے تحریری طور پر جواب بھیج دیا جائے، یا کم از کم زبان ہی سے جواب کے کلمات کہہ دیے جائیں تو بھی کافی ہے۔

(تكملة فتح الملهم، احسن الفتاوی)

7: کوئی شخص آکر محفل میں موجود تمام افراد کو سلام کرے تو اگر کسی ایک نے بھی جواب دے دیا تو یہ

بھی کافی ہے،اس صورت میں دیگر افراد کے ذمے جواب واجب نہیں،البتہ افضل یہی ہے کہ محفل میں موجود تمام افراد جواب دیں۔ (سنن أبي داود رقم: 5210، العالمگیریة، بیان القرآن سورۃ النساء)

8: ہونا تو یہ چاہیے کہ ایک آدمی سلام کرے اور دوسرا اس کو جواب دے، لیکن اگر دونوں ہی نے بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کرلیا تو اس صورت میں دونوں کے ذمے ایک دوسرے کے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔(رد المحتار، احسن الفتاوی)

9: اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا سلام پہنچائے تو جواب یوں دینا چاہیے: عَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ، یا چاہے تو یوں جواب دے: عَلَيْهِمْ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ.

(مسند أحمد رقم: 24857، اسلام اور ہماری زندگی جلد: 7 از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

10: جو شخص کسی ایسے مکان یا مسجد میں داخل ہو جہاں کوئی بھی آدمی نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہاں یوں سلام کرے: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ.

(مصنف ابن أبي شيبة رقم: 26353، رد المحتار، احسن الفتاوی)

11: جس طرح کسی سے ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ہے اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے۔ (سنن أبي داود رقم: 5208، الموسوعة الفقهية)

12: جو شخص نماز، ذکر، تلاوت یا کسی اور عبادت میں مشغول ہو یا کسی ایسے دنیوی کام میں مشغول ہو کہ سلام کرنے سے اس کے کام میں خلل آتا ہو تو ایسے شخص کو سلام کرنا درست نہیں۔

(رد المحتار، العالمگیریة، اسلام اور ہماری زندگی جلد: 7)

13: مصافحہ کرنا سنت ہے،اور یہ سلام کا حصہ ہے۔

(سنن أبي داود رقم: 5214، الأدب المفرد رقم: 968، رد المحتار، اسلام اور ہماری زندگی جلد: 7)

14: حدیث شریف میں ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کرکے مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔(سنن أبي داود رقم: 5212)

15: البتہ یہ یاد رہے کہ مصافحہ کرتے وقت یہ دیکھ لینا چاہیے کہ مصافحہ کرنے کا موقع ہے یا نہیں؟ اگر موقع نہ ہو یا مصافحہ کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف یا دشواری کا سامنا ہو تو ایسی صورت میں مصافحہ سے اجتناب کرنا چاہیے، بلکہ سلام ہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔(اسلام اور ہماری زندگی جلد: 7)

16: مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنے کی عادت بنانی چاہیے کیونکہ یہ سنت ہے۔
(صحيح البخاري رقم: 6265، رد المحتار، حاشية الطحطاوي على المراقي، اسلام اور ہماری زندگی جلد:7)

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی دلیل:

1: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب المصافحہ کے نام سے ایک عنوان قائم کیا ہے جس کے تحت یہ حدیث شریف درج فرمائی ہے:

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: عَلَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ التَّشَهُّدَ وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ. (بَاب الْمُصَافَحَة)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے اس حالت میں تشہد سکھائی کہ میرا ہاتھ حضور اقدس ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔

اس حدیث سے دونوں ہاتھوں کے ذریعے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔

2: اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”باب الاخذ بالیدین“ کے نام سے دوسرا عنوان باندھا ہے جس کے معنی ہیں: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا، اور اس کے تحت امت کے دو جلیل القدر ائمہ کرام کا عمل ذکر فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

بَاب الْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ: وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْه.

ترجمہ: امام حماد نے امام عبد اللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں کے ذریعے مصافحہ کیا۔

معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بڑے جلیل القدر آئمہ سے بھی ثابت ہے حتی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں ان کا عمل دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔

3: اس کے بعد اسی عنوان کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہی مذکورہ بالا حدیث تفصیل سے بیان فرمائی ہے:

٦٢٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَخْبَرَةَ أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ: التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ

وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

ترجمہ: حضور ﷺ نے مجھے اس حالت میں تشہد سکھائی کہ میرا ہاتھ ان کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث شریف دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے عنوان کے تحت ذکر فرمائی ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث سے واضح طور پر دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔

صحیح بخاری سے ذکر کردہ ان تین دلائل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت بھی ہے اور ثابت بھی ہے۔

بندہ مبین الرحمٰن

شوال 1438ھ/14 جولائی 2017

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

لاکھوں دلوں میں دینی انقلاب برپا کرنے والی امتِ مسلمہ کی شہرہ آفاق مؤثر ترین کتاب ''فضائل اعمال'' کی ایک حدیث کی اعتدال پر مبنی تحقیق

تحقیقِ حدیث:

ایک نماز قضا کرنے پر دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم میں جلنے کا عذاب

مع ''فضائل اعمال'' اور اس کے جلیل القدر مصنف رحمہ اللہ سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

برکۃ العصر قطبِ وقت

شیخ المشائخ شیخ الحدیث

حضرت اقدس

مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ

کے نام۔۔

کروڑوں رحمتیں ہوں امتِ مسلمہ کی

اس عظیم ہستی پر!!

’’فضائل اعمال‘‘ کی زیرِ تحقیق روایت:

برکۃ العصر قطبِ وقت شیخ المشایخ شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق اور جلیل القدر کتاب ’’فضائل اعمال‘‘ میں نماز کی ادائیگی کی اہمیت اور فضیلت، اور نماز کو ترک کرنے کی وعیدوں سے متعلق بہت سی آیات اور احادیث مبارکہ ذکر فرمائی ہیں، جن کی تاثیر لاکھوں دلوں میں انقلاب پیدا کرچکی ہے الحمدللہ۔ نماز ترک کرنے کی وعیدوں کو ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے نماز قضا کرنے سے متعلق بطورِ وعید یہ روایت بھی ذکر فرمائی ہے:

روي أنه عليه الصلاة والسلام قال: «من ترك الصلاة حتى مضى وقتها ثم قضى: عذب في النار حقبا». والحقب: ثمانون سنة، والسنة: ثلاثمائة وستون يوما، كل يوم كان مقداره ألف سنة.

ترجمہ: حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کردے، گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے، پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا۔ اور حقب کی مقدار اسی برس کی ہوتی ہے، اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا، اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا، (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی: 28800000)۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد حضرت نے حوالے میں جو عربی عبارت تحریر فرمائی ہے وہ ترجمہ سمیت ملاحظہ فرمائیں:

(كذا في «مجالس الأبرار»، لم أجده فيما عندي من كتب الحديث، الا أن «مجالس الأبرار» مدحه شيخ مشايخنا الشاه عبد العزيز الدهلوي.

ترجمہ: یہ روایت ’’مجالس الابرار‘‘ سے لی گئی ہے، لیکن میرے پاس جو حدیث کی کتب موجود ہیں اُن میں مجھے یہ حدیث نہ مل سکی، البتہ اتنا ہے کہ ہمارے شیخ المشایخ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ’’مجالس الابرار‘‘ نامی کتاب کی تعریف فرمائی ہے۔)

زیرِ بحث روایت کا تحقیقی جائزہ اور چند توجہ طلب امور

''فضائل اعمال'' کی اس روایت کا مأخذ:

یہ روایت حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے کتاب ''مجالس الابرار'' سے نقل فرمائی ہے جیسا کہ روایت کے آخر میں حوالہ بھی موجود ہے۔

کتاب ''مجالس الابرار'' کا تعاف:

''مجالس الابرار'' درحقیقت حضرت شیخ احمد رومی رحمہ اللہ کی مایہ ناز عربی تصنیف ہے، بندہ کے سامنے '' دارالاشاعت'' سے شائع ہونے والا اس کا اردو ترجمہ ہے، اس کے ٹائٹل میں یہ درج ہے:

- تصنیف: حضرت شیخ احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ترجمہ باہتمام: مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ۔
- مصدقہ: حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ۔

یہ مجموعی اعتبار سے نہایت ہی جلیل القدر کتاب ہے، جس کی سطر سطر سے سنت کی محبت اور بدعات سے نفرت ٹپکتی ہے، انھوں نے شریعت کے احکام نہایت ہی واضح انداز سے بیان فرمائے ہیں۔ مصنف نے اس کتاب کو 100 مجالس میں تقسیم کیا ہے اور ہر مجلس کی بنیاد احادیث پر رکھی ہے۔ اس کتاب کو اردو قالب میں ڈالنے اور اسے شائع کرانے میں مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے خصوصی دلچسپی ظاہر فرمائی۔

کتاب اور اس کے مصنف سے متعلق مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
''مجالس الابرار'' کے مصنف نے غایتِ اخلاص و تواضع کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہیں فرمایا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات معلوم ہو جائیں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ (اس کے بعد مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب کے بارے میں شیخ المشائخ حجۃ الخلف عالم ربانی حضرت شاہ عبد العزیز

محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تعریف ذکر فرمائی ہے کہ:)''کتاب مجالس الابرار علم و وعظ و نصیحت میں اسرارِ شریعت وابواب فقہ وابوابِ سلوک، وردِّ بدعات وعادات شنیعہ کے فوائد کثیرہ پر شامل ہے۔ ہمیں اس کے مصنف کا اس سے زیادہ حال معلوم نہیں، جتنا کہ اس تصنیف سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کا مصنف ایک متدین، متورع اور علوم شرعیہ کے فنون مختلفہ پر حاوی تھا۔''

''مجالس الابرار'' میں موجود زیرِ بحث روایت کا حال:

''مجالس الابرار'' میں یہ روایت ذکر کرنے کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے کوئی حوالہ ذکر نہیں فرمایا کہ انھوں نے کس کتاب سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے؟ اسی طرح مصنف نے اس روایت کی کوئی سند بھی بیان نہیں فرمائی تاکہ اس کی تحقیق کی جاسکے، بلکہ اس روایت کو'' روي'' جیسے مجہول صیغے کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، جس کی حقیقت اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں۔ اس لیے جب تک کوئی معتبر حوالہ نہ ہو تو محض اس کتاب ''مجالس الابرار'' پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کو درست اور ثابت نہیں مانا جاسکتا۔

روایت ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی وضاحت اور تنبیہ:

''فضائل اعمال'' میں زیرِ بحث روایت ذکر کرنے کے بعد حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے عربی عبارت میں یہ وضاحت اور تنبیہ فرمائی ہے کہ: ''یہ روایت ''مجالس الابرار'' سے لی گئی ہے، لیکن میرے پاس جو حدیث کی کتب موجود ہیں اُن میں مجھے یہ حدیث نہ مل سکی، البتہ اتنا ہے کہ ہمارے شیخ المشائخ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''مجالس الابرار'' نامی کتاب کی تعریف فرمائی ہے۔''

اس وضاحت اور تنبیہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ جیسے عظیم الشان محدِّث کو احادیث کی جتنی کتب میسر تھیں ان میں ان کو یہ حدیث نہ مل سکی، بلکہ انھوں نے ''مجالس الابرار'' پر اعتماد کرتے ہوئے وہیں سے نقل فرمائی ہے۔ اور مجالس الابرار پر اعتماد کرنے کی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ ''ہمارے شیخ المشائخ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے

’’مجالس الابرار‘‘ نامی کتاب کی تعریف فرمائی ہے۔‘‘ گویا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی بنا پر انھوں نے اس کتاب پر اعتماد کیا اور اس سے یہ روایت نقل فرمائی۔ اور ’’مجالس الابرار‘‘ پر اعتماد کرنے کے لیے جہاں شیخ المشایخ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ جیسی عظیم ہستی کی تعریف اور تصدیق کافی تھی، وہاں کتاب کی ذاتی جلالتِ شان کا بھی کسی حد تک تقاضا تھا کیوں کہ کتاب مجموعی اعتبار سے نہایت ہی احتیاط سے لکھی گئی ہے۔ یوں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے اہلِ علم کے لیے یہ واضح فرمادیا کہ مجھے تو اپنے پاس موجود احادیث کی کتب میں یہ حدیث نہ مل سکی بلکہ میں نے ’’مجالس الابرار‘‘ پر اعتماد کر کے روایت ذکر کردی ہے، مزید تحقیق آپ حضرات کرلیں کہ یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں۔ چنانچہ بعض اہلِ علم نے بھی اپنے طور پر اس حدیث کی تحقیق فرمائی لیکن انھیں بھی یہ روایت معتبر ذرائع سے دستیاب نہ ہوسکی، بطورِ مثال دیکھیے: ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ راولپنڈی جلد 14، شمارہ 5 تا 9 میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب کی تحقیق۔ بندہ نے بھی یہ تحریر لکھتے ہوئے ہزاروں کتب پر مشتمل بعض ڈیجیٹل لائبریریوں کے ذریعے اس کی تحقیق کی لیکن کسی بھی معتبر ذرائع سے یہ روایت سامنے نہ آسکی۔

تحقیق کا خلاصہ:

اس تفصیل سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہیں، اس لیے اس کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنا اور اس کی تشہیر کرنا درست نہیں۔ جہاں تک جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کا معاملہ ہے تو قرآن وسنت میں اس سے متعلق سنگین سے سنگین اور سخت سے سخت وعیدیں موجود ہیں جو کہ ایک مسلمان کی تنبیہ کے لیے کافی ہیں، ان کے پیشِ نظر کوئی مسلمان جان بوجھ کر نماز ترک کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کا عادی بنائے۔

یہ روایت ثابت نہ ہونے کے باوجود ''فضائل اعمال'' میں کیوں ذکر کی گئی؟؟

بعض حضرات یہ شبہ کرتے ہیں کہ جب حدیث ثابت نہیں ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ جیسے عظیم الشان محدث نے ''فضائل اعمال'' میں یہ ذکر کیوں فرمائی؟

جواب 1: اس کا آسان جواب یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے سامنے اس روایت کا ثابت نہ ہونا واضح نہ ہو سکا، کیوں کہ اگر ان کو یہ تحقیق ہو جاتی کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں ہے تو وہ اس کو ہر گز ذکر نہ فرماتے۔ اور یہ تو علمی دنیا سے وابستہ ہر شخص جانتا ہے کہ ہمارے محدثین کرام کے سامنے بسا اوقات کسی حدیث کا موضوع ہونا اور ثابت ہونا واضح نہیں ہوتا اس لیے وہ اس حدیث کو کسی خاص وجہ کے تحت ذکر فرما دیتے ہیں، آج تک کسی نے بھی ان ائمہ حدیث پر یہ طعن نہیں کیا کہ۔۔۔ معاذ اللہ۔۔ یہ احادیث گھڑنے والے ہیں۔

2: اس شبہ کا دوسرا جواب تو ما قبل میں ''روایت ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی وضاحت اور تنبیہ'' کے عنوان کے تحت تفصیل سے بیان ہو چکا جو کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ جیسی عظیم ہستی کی طرف سے عذر کے طور پر قبول کرنے کے لیے کافی ہو گا کہ حضرت نے ''مجالس الابرار'' پر اعتماد فرمایا اور اعتماد کرنے کی وجہ بھی تفصیل سے مذکور ہے۔

3: تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے یہ حدیث ذکر فرما کر اس کو یوں ہی رہنے نہ دیا بلکہ ساتھ میں اہلِ علم کے لیے عربی میں وضاحتی عبارت بھی تحریر فرما دی، گویا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے اپنا ذمہ بری کر دیا کہ ایک تو یہ فرما دیا کہ میرے پاس جو حدیث کی کتب موجود ہیں اُن میں مجھے یہ حدیث نہ مل سکی، اور دوسری صراحت یہ فرما دی کہ یہ حدیث ''مجالس الابرار'' سے لی ہے کیوں کہ ہمارے شیخ المشایخ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''مجالس الابرار'' نامی کتاب کی تعریف فرمائی ہے۔ یہ اہلِ علم کی شان ہوتی ہے کہ وہ بات واضح کر دیتے ہیں۔ اس لیے فضائل اعمال میں اس روایت کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے ان دو باتوں کی وضاحت اور صراحت کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا ذمہ کافی حد تک بری ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کے ذکر کرنے میں حضرت نے اس اعتماد اور

صراحت کو کافی سمجھا ہے۔

4:اس تمام صورتحال میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ بعض حضرات اس روایت کی وجہ سے جو پروپیگنڈا حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ اور ''فضائل اعمال'' کے خلاف کرتے ہیں، تو وہ '' مجالس الابرار''اور اس کے مصنف سے متعلق کیا رویہ اپنائیں گے جن کا حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے حوالہ دیا ہے؟؟ حالاں کہ مجالس الابرار کے مصنف امت کے اہلِ علم میں سے ہیں، جن کا ذکر حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے ''کشف الظنون'' میں بھی کیا ہے:

«مجالس الأبرار ومسالك الأخيار»: هو على مائة مجلس في شرح مائة حديث من أحاديث «المصابيح»، للشيخ أحمد الرومي. أوله: الحمد لله الذي رفع أقدار العلماء بمقدر معرفة كتابه.... الخ

یقیناً یہ جوابات حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے کافی ہوں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان جوابات کو تسلیم نہ کرنے پر اصرار کرے تو اس کے لیے عرض یہ ہے کہ اس بات سے تو اہلِ علم بخوبی واقف ہیں کہ امت کے جلیل القدر ائمہ حدیث کی متعدد مشہور اور مستند کتب میں بھی بعض شدید ضعیف احادیث حتی کہ موضوع اور بے اصل احادیث بھی موجود ہیں لیکن اس کے باوجود بھی امت نے کبھی ان ائمہ کے خلاف پروپیگنڈا نہیں کیا، ان کو بدنام نہیں کیا، ان کی عظمت کا انکار نہیں کیا، ان کو۔۔۔معاذ اللہ۔۔۔احادیث گھڑنے والا قرار نہیں دیا، اور نا ہی ان کتب کو مسترد کیا ہے، بلکہ اس حدیث کا حکم واضح فرمادیا۔ جیسا کہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ''سنن ابن ماجہ'' کی موضوع احادیث سے متعلق حضرت علامہ عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ کی کتاب ''الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن'' کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے۔ اس لیے بشری تقاضے کے مطابق اور قابلِ اطمینان وجوہات کی بنیاد پر امت کے بڑے بڑے ائمہ اہلِ علم سے ایسے امور صادر ہو جانا کوئی بعید نہیں، یہی حال حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا بھی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ امت کے جلیل القدر محدثین میں شمار ہوتے ہیں، جس کا اعتراف عرب وعجم کے اکابر اہلِ علم نے بھی کیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا تقویٰ، خشیتِ الٰہی، اتباعِ سنت، علم و عمل کی پختگی، دینی علوم میں کمال، خلوص وللہیت، علمی قدر ومنزلت، جلالتِ شان،

احادیثِ مبارکہ سے عشق اور دیگر اوصاف عالیہ ایک مسلّم حقیقت ہیں، ان کی دینی خدمات نہایت ہی وسیع اور عالمگیر ہیں۔اس لیے ایسی بعض باتوں کی وجہ سے نہ تو حضرت کی شان میں کوئی فرق آسکتا ہے اور نہ ہی حضرت کی عظمت متاثر ہوتی ہے، انھوں نے حدیث کی جو جلیل القدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔

ماقبل کی تفصیل سے یہ بھی واضح ہوا کہ ایسی بعض باتوں کی وجہ سے ''فضائل اعمال'' کو مسترد کر دینا یا اس کے خلاف پروپیگنڈا کرنا بھی انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔''فضائل اعمال'' کی اہمیت اور تاثیر ایک واضح حقیقت ہے، یہ امتِ مسلمہ کی ان مایہ ناز کتب میں سے ہے جنھوں نے امت کے ایک بڑے طبقے میں دینی انقلاب برپا کیا ہے۔

نوٹ: یادرکھیے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے ''فضائل نماز''میں نماز ترک کرنے سے متعلق قرآن وسنت سے متعدد وعیدیں بیان فرمائی ہیں، صحیح احادیث بھی ذکر فرمائی ہیں،اس لیے اس حُقب والی حدیث کو ثابت نہ ماننے سے ''فضائل اعمال'' کی اہمیت اور افادیت پر اثر نہیں پڑتا۔

مبین الرحمٰن

رجب المرجب 1440ھ / مارچ 2019

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

آخر میں ماہنامہ ''التبلیغ''، راولپنڈی جلد 14، شمارہ 9 سے حضرت مفتی محمد رضوان صاحب کی تحقیق کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

خلاصۂ کلام

اب تک جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ دن رات میں پانچ وقت کی نماز کو پابندی کے ساتھ پڑھنا ہر عاقل و بالغ اور مکلّف مسلمان پر فرض ہے، بلا عذر نماز کو قضاء کردینا گناہ ہے، اگر کبھی اتفاق سے نماز قضاء ہوجائے، تو اس کو جلد از جلد اداء کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، غفلت و کوتاہی کی وجہ سے قضا ہونے پر استغفار بھی کرنا چاہئے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ اگر کسی کی ایک نماز کسی بھی وجہ سے قضاء ہوجائے، اور وہ پھر اس کو اداء بھی کرلے، تب بھی اس کو ایک حقب یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ (28,800,000) برس کی مقدار جہنم میں جلنا پڑے گا۔

تو یہ حدیث کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہوسکی، لہٰذا اس کی تشہیر و تبلیغ کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے، اور نہ ہی اس کے مطابق عقیدہ رکھنا چاہئے۔

نیز سورہ نبا میں ''لابثین فیھا احقابا'' کی وعید درحقیقت کفار کے بارے میں ہے، اور ''احقابا'' سے ایک محدود مدت مراد لے کر کفار کے لئے ''خلود فی النار'' کی نفی کرنا بھی درست نہیں۔

اسی طریقہ سے یہ کہنا کہ جس شخص کی نماز قضا ہوجائے، اور وہ بعد میں اس کو اداء بھی کرلے، تو وہ اس ''غیّ'' کے عذاب کا مستحق ہوگا، جس کا ذکر سورہ مریم کی آیت ''یلقون غیا'' یا سورہ فرقان کی آیت ''وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا'' میں آیا ہے، یا اس ''ویل'' کے عذاب کا مستحق ہوگا، جس کا ذکر سورہ ماعون میں آیا ہے، اور اس سے مراد جہنم کی بہت گہری وادی ہے، جس میں پیپ ہوگی، وغیرہ وغیرہ، یہ بھی درست نہیں۔

البتہ نماز قضاء کردینا بطورِ خاص اس کی عادت بنالینا کفار و منافقین کی خصلت ہے، اور ان کے طرزِ عمل کی مشابہت کی وجہ سے اس طرح کی وعید کا اندیشہ ہے۔

مذکورہ تحقیق وتفصیل پر کسی کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ اس طرح کی تحقیق وتفصیل کی وجہ سے تو

www.idaraghufran.org

لوگوں میں نماز کوقضاء کرنے کے گناہ پر جرأت بڑھ سکتی ہے، جبکہ سخت وعیدوں کی وجہ سے لوگوں کونماز قضاء کرنے سے ڈر لگا رہے گا، اور نماز کوقضاء کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ہم تو اس چیز کے مکلّف ہیں کہ قرآن وسنت کی نصوص میں جس سزا وجزا کا ذکر آیا ہے، اور جس چیز کوجس درجہ میں رکھ کر بیان کیا گیا ہے، اس کے اسی طرح سے بیان ونقل کرنے پر اکتفاء کریں، اور اپنی طرف سے کسی چیز کا اضافہ یا کمی نہ کریں، اور نہ ہی بے جاسختی وغلو سے کام لیں، جس کے بعد عمل کرنے والے عمل کریں گے، اور عمل نہ کرنے والے عمل نہیں کریں گے، مگر اس کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔

افراط اور تفریط سے محفوظ اور اعتدال کا راستہ یہی ہے، اور اس اعتدال کوتساہل قرار دینا ناانصافی پر مبنی ہے۔

شریعت کی تعلیمات کو اپنے درجہ میں رکھ کر تبلیغ کرنا ہی اصل مقصود ہے، ان مطلوبہ درجات میں کمی زیادتی کرنا مذموم ہے، اور غلو وتشدد کرنا جہاں ایک طرف بہت سے لوگوں کے دین سے دور اور متنفر ہونے کا باعث ہے، اسی طرح قرآن وسنت کی رو سے مذموم اور پہلی امتوں کی ہلاکت کا ذریعہ بھی ہے، جس پر بے شمار نصوص شاہد ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

فقط وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان 23/ذوالحجۃ/1437ھ 26/ستمبر/2016ء بروز پیر ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

نماز سے متعلق ایک اہم سنت سے آگاہی حاصل کیجیے

نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مردوں کے لیے نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگوٹھا کانوں کی لو کے برابر آجائے۔

احناف کا یہ مذہب متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے:

○ «سنن أبي داود» میں ہے کہ:

٧٢٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلاة رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ.

○ «سنن الترمذي» میں ہے کہ:

٨٨٢ - أخبرنا محمد بن رافع قال: حدثنا محمد بن بشر قال: حدثنا فطر بن خليفة عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه أنه رأى النبي ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى تكاد إبهاماه تحاذي شحمة أذنيه.

○ «مصنف ابن أبي شيبة» میں ہے کہ:

٢٤٢٥- حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَقُلْتُ: لأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلاةِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ : فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْت إِبْهَامَيْهِ قَرِيبًا مِنْ أُذُنَيْهِ.

○ «سنن الدار قطني» میں ہے کہ:

١٢ - عن أنس قال: كان رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة كبر ثم رفع يديه حتى يحاذي إبهاميه أذنيه ثم يقول: سبحانك اللَّهُمَّ وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولاإله غيرك.

○ «المعجم الكبير للطبراني» میں ہے کہ:

٧٢ - حدثنا علي بن عبد العزيز ثنا أبو نعيم ثنا فطر عن عبد الجبار بن وائل الحضرمي عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي طرف إبهاميه شحمة أذنيه.

○ «مسند أحمد» میں ہے کہ:

١٨٨٤٩ - حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ

رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، حَتَّى حَاذَتْ إِبْهَامُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

○ «السنن الكبرى للإمام البيهقي» میں ہے کہ:

٢٣٩٩- أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الرُّوذْبَارِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ دَاسَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ النَّخَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ ، وَحَاذَى إِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ. {ت} وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَزَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ وَجَمَاعَةٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ فَقَالُوا فِي الْحَدِيثِ: فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حِذَاءَ أُذُنَيْهِ. وَرَوَاهُ شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمٍ وَقَالَ: رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ. وَكَذَلِكَ هُوَ فِي الرِّوَايَةِ الثَّابِتَةِ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلٍ ، وَفِي رِوَايَةٍ ثَابِتَةٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ، وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى ثَابِتَةٍ: حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ.

○ «المجتبى من سنن النسائي» میں ہے کہ:

٨٨٢- أخبرنا محمد بن رافع قال: حدثنا محمد بن بشر قال: حدثنا فطر بن خليفة عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه: أنه رأى النبي ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى تكاد إبهاماه تحاذي شحمة أذنيه.

○ «المستدرك للحاكم» میں ہے کہ:

٨٢٢ - عن أنس قال: رأيت رسول الله ﷺ كبر فحاذى بإبهاميه أذنيه ثم ركع حتى استقر كل مفصل منه و انحط بالتكبير حتى سبقت ركبتاه يديه.

هذا إسناد صحيح على شرط الشيخين، ولا أعرف له علة، ولم يخرجاه.

ان تمام احادیث مبارکہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور اقدس ﷺ تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھاتے کہ انگوٹھا مبارک کانوں کی لو کے برابر آجاتا، انہی جیسے دلائل کی رو سے احناف کے نزدیک یہ طریقہ سنت ہے۔

مبین الرحمٰن
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
18 شوال 1438ھ \ 13 جولائی 2017

ایک اہم مسئلے کی تفصیلی وضاحت جس سے آگاہی نہایت ہی ضروری ہے!

ماہواری سے پاک ہو جانے کے بعد شوہر بیوی سے کب صحبت کر سکتا ہے؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

قرآن وسنت کی رو سے ماہواری کے ایام میں شوہر کے لیے بیوی سے صحبت کرنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ ماہواری سے پاک ہو جانے کے بعد ہی شوہر کے لیے اس سے صحبت کرنا جائز ہوتا ہے، البتہ یہاں یہ مسئلہ نہایت ہی اہم ہے کہ ماہواری سے پاک ہو جانے کے بعد کس وقت شوہر کے لیے بیوی سے صحبت جائز ہے؟ تو واضح رہے کہ اس مسئلے کی چار صورتیں ہیں، ہر صورت کی تفصیل اور حکم درج ذیل ہے:

1. عورت کا خون ماہواری کی کم از کم مدت تین دن یعنی 72 گھنٹے پورے ہونے سے پہلے ہی بند ہو جائے تو اگر وہ عورت معتادہ ہو یعنی ماہواری کے سلسلے میں اس کی عادت مقرر ہو تو ایسی صورت میں ماہواری کی عادت تک صحبت کرنا ناجائز ہے، جب ماہواری کی عادت کے ایام گزر جائیں تو اس کے بعد صحبت کرنا جائز ہے۔ اور اگر کوئی عورت مبتدأ ہو یعنی اس کو زندگی میں پہلی بار ماہواری آرہی ہو تو ایسی صورت میں دس دن رات یعنی 240 گھنٹے پورے ہونے تک صحبت کرنا ناجائز ہے، اس کے بعد جائز ہے۔
2. ماہواری کا خون ماہواری آنے کے تین دن بعد اپنی عادت سے پہلے بند ہو جائے تو عادت تک شوہر کے لیے اس سے صحبت جائز نہیں، اس کے بعد جائز ہے۔
3. ماہواری کا خون ماہواری کی عادت کے مطابق بند ہو جائے یا عادت کے بعد دس دن رات پورے ہونے سے پہلے بند ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر اس سے صحبت اس وقت کر سکتا ہے جب دو باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے:
   - یا تو عورت پاک ہو جانے کے بعد غسل کر لے، پھر اس کے بعد صحبت کرنا جائز ہے۔
   - یا اس عورت کے ذمّے ایک نماز قضا رہ جائے، جیسے اگر ایک عورت مغرب کا وقت داخل ہو جانے کے بعد پاک ہوئی لیکن اس نے مغرب ادا نہیں کی حتیٰ کہ مغرب کا وقت نکل گیا تو وہ نماز اس کے ذمّے قضا رہ گئی، اب عشا کا وقت داخل ہو جانے کے بعد شوہر اس سے غسل کیے بغیر بھی صحبت سکتا ہے۔

یہاں یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اس دوسری صورت میں عورت کے ذمّے نماز قضا رہ جانے کے لیے نماز کا وقت ختم ہونے سے کس قدر پہلے پاک ہونا ضروری ہے؟ تو واضح رہے کہ اگر کوئی عورت نماز کا وقت

ختم ہونے سے اتنا پہلے پاک ہوگئی کہ وہ فوراً غسل کرکے صرف تکبیر تحریمہ ہی کہہ سکتی ہے تو یہ نماز بھی اس کے ذمّے قضا شمار ہوتی ہے۔

مسئلہ: مذکورہ بالا تیسری صورت میں اگر کوئی عورت مبتدأہو یعنی اس کو پہلی بار ماہواری آرہی ہو اور اس کا خون دس دن رات سے پہلے بند ہو جائے تو ایسی صورت میں دس دن رات یعنی 240 گھنٹے پورے ہونے تک صحبت کرنا ناجائز ہے، اس کے بعد جائز ہے۔

4. اگر عورت دس دن رات یعنی 240 گھنٹے پورے ہونے پر پاک ہوگئی تو پاک ہوتے ہی شوہر اس سے صحبت کر سکتا ہے اگرچہ غسل کے بعد صحبت افضل ہے۔

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَمِنْهَا: حُرْمَةُ الْجِمَاعِ هَكَذَا فِي النِّهَايَةِ وَالْكِفَايَةِ، وَلَهُ أَنْ يُقَبِّلَهَا وَيُضَاجِعَهَا وَيَسْتَمْتِعَ بِجَمِيعِ بَدَنِهَا ما خَلَا ما بين السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ هَكَذَا في السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ، فَإِنْ جَامَعَهَا وهو عَالِمٌ بِالتَّحْرِيمِ فَلَيْسَ عليه إلَّا التَّوْبَةُ وَالِاسْتِغْفَارُ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِدِينَارٍ أو نِصْفِ دِينَارٍ كَذَا في مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ. وَمِنْهَا: وُجُوبُ الِاغْتِسَالِ عِنْدَ الِانْقِطَاعِ هَكَذَا في الْكِفَايَةِ، إذَا مَضَى أَكْثَرُ مُدَّةِ الْحَيْضِ وهو الْعَشَرَةُ يَحِلُّ وَطْؤُهَا قبل الْغُسْلِ مُبْتَدَأَةً كانت أو مُعْتَادَةً وَيُسْتَحَبُّ له أَنْ لَا يَطَأَهَا حتى تَغْتَسِلَ هَكَذَا في الْمُحِيطِ، وإذا انْقَطَعَ دَمُ الْحَيْضِ لِأَقَلَّ من عَشَرَةِ أَيَّامٍ لم يَجُزْ وَطْؤُهَا حتى تَغْتَسِلَ أو يَمْضِيَ عليها آخِرُ وَقْتِ الصَّلَاةِ الذي يَسَعُ الِاغْتِسَالَ وَالتَّحْرِيمَةَ لِأَنَّ الصَّلَاةَ إنَّمَا تَجِبُ عليها إذَا وَجَدَتْ من آخِرِ الْوَقْتِ هذا الْقَدْرَ هَكَذَا في الزَّاهِدِيِّ، وَأَمَّا مُضِيُّ كَمَالِ الْوَقْتِ بِأَنْ يَنْقَطِعَ دَمُهَا في أَوَّلِ الْوَقْتِ وَيَدُومَ الِانْقِطَاعُ حتى يَمْضِيَ الْوَقْتُ فَلَيْسَ بِمَشْرُوطٍ هَكَذَا في النِّهَايَةِ، لو انْقَطَعَ دَمُهَا دُونَ عَادَتِهَا يُكْرَهُ قُرْبَانُهَا وَإِنْ اغْتَسَلَتْ حتى تَمْضِيَ عَادَتُهَا وَعَلَيْهَا أَنْ تُصَلِّيَ وَتَصُومَ لِلِاحْتِيَاطِ هَكَذَا في التَّبْيِينِ، وَلَوْ انْقَطَعَ لِأَقَلَّ من عَشَرَةِ أَيَّامٍ ولم تَجِدْ مَاءً فَتَيَمَّمَتْ لم يَحِلَّ وَطْؤُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ حتى تُصَلِّيَ فَإِنْ وَجَدَتْ الْمَاءَ بَعْدَهُ تَحْرُمُ الْقِرَاءَةُ لَا الْوَطْءُ عِنْدَنَا كَذَا في الزَّاهِدِيِّ قال الْخُجَنْدِيُّ وهو الْأَصَحُّ كَذَا في السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ.

(الْبَابُ السَّادِسُ في الدِّمَاءِ الْمُخْتَصَّةِ بِالنِّسَاءِ: الْفَصْلُ الرَّابِعُ في أَحْكَامِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالِاسْتِحَاضَةِ)

درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

(وَيَحِلُّ وَطْؤُهَا إذَا انْقَطَعَ حَيْضُهَا لِأَكْثَرِهِ) بِلَا غُسْلٍ وُجُوبًا بَلْ نَدْبًا. (وَإِنْ) انْقَطَعَ لِدُونِ أَقَلِّهِ تَتَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فِي آخِرِ الْوَقْتِ، وَإِنْ (لِأَقَلِّهِ) فَإِنْ لِدُونِ عَادَتِهَا لَمْ يَحِلَّ، وَتَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَتَصُومُ احْتِيَاطًا؛ وَإِنْ لِعَادَتِهَا، فَإِنْ كِتَابِيَّةً حَلَّ فِي الْحَالِ وَإِلَّا (لَا) يَحِلُّ (حَتَّى تَغْتَسِلَ) أَوْ تَتَيَمَّمَ بِشَرْطِهِ (أَوْ يَمْضِيَ عَلَيْهَا زَمَنٌ يَسَعُ الْغُسْلَ) وَلُبْسَ الثِّيَابِ (وَالتَّحْرِيمَةَ) يَعْنِي مِنْ آخِرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ لِتَعْلِيلِهِمْ بِوُجُوبِهَا فِي ذِمَّتِهَا، حَتَّى لَوْ طَهُرَتْ فِي وَقْتِ الْعِيدِ لَا بُدَّ أَنْ يَمْضِيَ وَقْتُ الظُّهْرِ كَمَا فِي السِّرَاجِ، وَهَلْ تُعْتَبَرُ التَّحْرِيمَةُ فِي الصَّوْمِ؟ الْأَصَحُّ لَا، وَهِيَ مِنْ الطُّهْرِ مُطْلَقًا، وَكَذَا الْغُسْلُ لَوْ لِأَكْثَرِهِ وَإِلَّا فَمِنْ الْحَيْضِ فَتَقْضِي إنْ بَقِيَ بَعْدَ الْغُسْلِ وَالتَّحْرِيمَةِ وَلَوْ لِعَشْرَةٍ فَقَدْرُ التَّحْرِيمَةِ فَقَطْ لِئَلَّا تَزِيدَ أَيَّامُهُ عَلَى عَشَرَةٍ فَلْيُحْفَظْ.

(قَوْلُهُ إذَا انْقَطَعَ حَيْضُهَا لِأَكْثَرِهِ) مِثْلُهُ النِّفَاسُ، وَحَلَّ الْوَطْءُ بَعْدَ الْأَكْثَرِ لَيْسَ بِمُتَوَقِّفٍ عَلَى انْقِطَاعِ الدَّمِ صَرَّحَ بِهِ فِي الْعِنَايَةِ وَالنِّهَايَةِ وَغَيْرِهِمَا، وَإِنَّمَا ذَكَرَهُ لِيَبْنِيَ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ قَالَ ط: وَيُؤْخَذُ مِنْهُ جَوَازُ الْوَطْءِ حَالَ نُزُولِ دَمِ الِاسْتِحَاضَةِ اهـوَقَدَّمْنَا عَنْ الْبَحْرِ أَنَّهُ يَجُوزُ الِاسْتِمْتَاعُ بِمَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ بِحَائِلٍ بِغَيْرِ الْوَطْءِ وَلَوْ تَلَطَّخَ دَمًا. اهـوَهَذَا فِي الْحَائِضِ، فَيَدُلُّ عَلَى جَوَازِ وَطْءِ الْمُسْتَحَاضَةِ وَإِنْ تَلَطَّخَ دَمًا وَسَيَأْتِي مَا يُؤَيِّدُهُ فَافْهَمْ (قَوْلُهُ وُجُوبًا) مَنْصُوبٌ بِعَامِلٍ مَحْذُوفٍ أَيْ بِلَا غُسْلٍ يَجِبُ وُجُوبًا، وَمِثْلُهُ قَوْلُهُ بَلْ نَدْبًا (قَوْلُهُ بَلْ نَدْبًا)؛ لِأَنَّ قِرَاءَةَ «حَتَّى يَطْهُرْنَ» بِالتَّشْدِيدِ تَقْتَضِي حُرْمَةَ الْوَطْءِ إلَى غَايَةِ الِاغْتِسَالِ فَحَمَلْنَاهَا عَلَى مَا إذَا كَانَ أَيَّامُهَا أَقَلَّ مِنْ عَشْرَةٍ دَفْعًا لِلتَّعَارُضِ بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ، فَظَاهِرُهُ يُورِثُ شُبْهَةً فَلِهَذَا لَا يُسْتَحَبُّ نُوحٌ عَنْ الْكَافِي.

(قَوْلُهُ لِدُونِ أَقَلِّهِ) أَيْ أَقَلِّ الْحَيْضِ وَهُوَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ (قَوْلُهُ فِي آخِرِ الْوَقْتِ) أَيْ وُجُوبًا بِرْكَوِيٌّ، وَالْمُرَادُ آخِرُ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ دُونَ الْمَكْرُوهِ كَمَا هُوَ ظَاهِرُ سِيَاقِ كَلَامِ الدُّرَرِ وَصَدْرِ الشَّرِيعَةِ. قَالَ ط: وَأَهْمَلَ الشَّارِحُ حُكْمَ الْجِمَاعِ، وَيَظْهَرُ عَدَمُ حِلِّهِ بِدَلِيلِ مَسْأَلَةِ الِانْقِطَاعِ عَلَى الْأَقَلِّ وَهُوَ دُونَ الْعَادَةِ. قُلْت: قَدْ يُفَرَّقُ بَيْنَ تَحَقُّقِ الْحَيْضِ وَعَدَمِهِ، وَانْظُرْ مَا نَذْكُرُهُ قُبَيْلَ قَوْلِهِ وَالنِّفَاسُ لِأُمِّ التَّوْأَمَيْنِ (قَوْلُهُ وَإِنْ وَلِأَقَلِّهِ) اللَّامُ بِمَعْنَى بَعْدَ ط (قَوْلُهُ لَمْ يَحِلَّ) أَيْ الْوَطْءُ وَإِنْ اغْتَسَلَتْ؛ لِأَنَّ الْعَوْدَ فِي الْعَادَةِ غَالِبٌ بَحْرٌ (قَوْلُهُ وَتَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي) أَيْ فِي آخِرِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ، وَتَأْخِيرُهُ إلَيْهِ وَاجِبٌ هُنَا أَمَّا فِي صُورَةِ الِانْقِطَاعِ لِتَمَامِ الْعَادَةِ فَإِنَّهُ مُسْتَحَبٌّ كَمَا فِي النِّهَايَةِ وَالْبَدَائِعِ وَغَيْرِهِمَا (قَوْلُهُ احْتِيَاطًا) عِلَّةٌ لِلْأَفْعَالِ الثَّلَاثَةِ (قَوْلُهُ وَإِنْ لِعَادَتِهَا) وَكَذَا لَوْ كَانَتْ مُبْتَدَأَةً دُرَرٌ (قَوْلُهُ حَلَّ فِي الْحَالِ) ؛ لِأَنَّهُ لَا اغْتِسَالَ عَلَيْهَا لِعَدَمِ الْخِطَابِ، فَإِنْ أَسْلَمَتْ بَعْدَ الِانْقِطَاعِ لَا تَتَغَيَّرُ الْأَحْكَامُ، وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ (قَوْلُهُ حَتَّى تَغْتَسِلَ) قَدْ عَلِمْت أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لَهَا تَأْخِيرُهُ إلَى آخِرِ

الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ دُونَ الْمَكْرُوهِ. قَالَ فِي الْمَسْبُوطِ: نَصَّ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ فِي الْأَصْلِ. قَالَ: إذَا انْقَطَعَ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ تُؤَخَّرُ إلَى وَقْتٍ يُمْكِنُهَا أَنْ تَغْتَسِلَ فِيهِ وَتُصَلِّيَ قَبْلَ انْتِصَافِ اللَّيْلِ، وَمَا بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ مَكْرُوهٌ بَحْرٌ (قَوْلُهُ بِشَرْطِهِ) هُوَ فَقْدُ الْمَاءِ وَالصَّلَاةُ بِهِ عَلَى صَحِيحٍ كَمَا يُعْلَمُ مِنْ النَّهْرِ وَغَيْرِهِ، وَبِهَذَا ظَهَرَ أَنَّ الْمُرَادَ التَّيَمُّمُ الْكَامِلُ الْمُبِيحُ لِلصَّلَاةِ مَعَ الصَّلَاةِ بِهِ أَيْضًا، وَلَعَلَّ وَجْهَ شَرْطِهِمْ الصَّلَاةَ بِهِ هُوَ أَنَّ مِنْ شُرُوطِ التَّيَمُّمِ عَدَمُ الْحَيْضِ، فَإِذَا صَلَّتْ بِهِ وَحَكَمَ الشَّرْعُ بِصِحَّةِ صَلَاتِهَا يَكُونُ حُكْمًا بِصِحَّةِ تَيَمُّمِهَا وَبِأَنَّهَا تَخْرُجُ بِهِ مِنْ الْحَيْضِ، كَمَا يُحْكَمُ بِخُرُوجِهَا مِنْ الْحَيْضِ وَبَقَائِهَا بِمَنْزِلَةِ الْجُنُبِ فِيمَا إذَا انْقَطَعَ لِتَمَامِ الْعَشَرَةِ أَوْ صَارَتْ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا لِحُكْمِ الشَّرْعِ عَلَيْهَا بِحُكْمٍ مِنْ أَحْكَامِ الطَّاهِرَاتِ، وَلِهَذَا يَحِلُّ لِزَوْجِهَا أَنْ يَقْرَبَهَا وَإِنْ لَمْ تَغْتَسِلْ كَمَا يَأْتِي تَقْرِيرُهُ. وَقَدْ ظَهَرَ بِمَا قَرَّرْنَاهُ صِحَّةُ مَا ذَكَرَهُ فِي الظَّهِيرِيَّةِ مِنْ أَنَّهُ يَجُوزُ لِلْحَائِضِ التَّيَمُّمُ لِصَلَاةِ الْجِنَازَةِ وَالْعِيدِ إذَا طَهُرَتْ مِنْ الْحَيْضِ إذَا كَانَ أَيَّامُ حَيْضِهَا عَشَرَةً وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ فَلَا. اهـ فَشَرَطَ لِجَوَازِ تَيَمُّمِهَا لِصَلَاةِ الْجِنَازَةِ أَوْ الْعِيدِ انْقِطَاعُ الْحَيْضِ لِتَمَامِ الْعَشَرَةِ؛ لِأَنَّ الْمُرَادَ بِهَذَا التَّيَمُّمِ هُوَ التَّيَمُّمُ النَّاقِصُ الَّذِي يَكُونُ عِنْدَ وُجُودِ الْمَاءِ لِخَوْفِ فَوْتِ صَلَاةٍ تَفُوتُ لَا إلَى بَدَلٍ، وَإِنَّمَا كَانَ نَاقِصًا؛ لِأَنَّهُ لَا يُصَلَّى بِهِ الْفَرْضُ، بَلْ يَبْطُلُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ تِلْكَ الصَّلَاةِ، حَتَّى لَوْ حَضَرَتْ جِنَازَةٌ أُخْرَى لَا يَصِحُّ الصَّلَاةُ عَلَيْهَا بِهَذَا التَّيَمُّمِ عَلَى مَا مَرَّ تَقْرِيرُهُ فِي مَحَلِّهِ، وَإِذَا كَانَ هَذَا التَّيَمُّمُ نَاقِصًا فَلَا تَخْرُجُ بِهِ الْحَائِضُ مِنْ الْحَيْضِ لِمَا عَلِمْت مِنْ اعْتِبَارِ التَّيَمُّمِ بِشَرْطِهِ مَعَ الصَّلَاةِ مَعَهُ.

وَأَمَّا إذَا انْقَطَعَ حَيْضُهَا لِتَمَامِ الْعَشَرَةِ فَيَجُوزُ تَيَمُّمُهَا لِصَلَاةِ الْجِنَازَةِ أَوْ الْعِيدِ؛ لِأَنَّهَا خَرَجَتْ مِنْ الْحَيْضِ بِالِانْقِطَاعِ الْمَذْكُورِ، فَلَوْ انْقَطَعَ لِأَقَلَّ مِنْ الْعَشَرَةِ لَا يَجُوزُ لَهَا أَنْ تَتَيَمَّمَ لِلْجِنَازَةِ أَوْ الْعِيدِ مَعَ وُجُودِ الْمَاءِ، وَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ بِهِ؛ لِأَنَّهُ نَاقِصٌ لَا تَخْرُجُ بِهِ مِنْ الْحَيْضِ، وَمِنْ شُرُوطِ صِحَّةِ التَّيَمُّمِ عَدَمُ الْمُنَافِي، وَالْحَيْضُ مُنَافٍ لِصِحَّتِهِ.

أَمَّا إذَا انْقَطَعَ لِتَمَامِ الْعَشَرَةِ فَقَدْ خَرَجَتْ مِنْ الْحَيْضِ وَصَارَتْ كَالْجُنُبِ فَيَصِحُّ تَيَمُّمُهَا الْمَذْكُورُ كَمَا يَصِحُّ مِنْ الْجُنُبِ، فَكَلَامُ الظَّهِيرِيَّةِ صَحِيحٌ لَا غُبَارَ عَلَيْهِ كَمَا أَوْضَحْنَاهُ هُنَا. وَفِي بَابِ التَّيَمُّمِ، لَكِنْ يَنْبَغِي تَقْيِيدُ قَوْلِهِ وَإِلَّا فَلَا بِمَا إذَا انْقَطَعَ لِدُونِ الْعَشَرَةِ وَلَمْ تَصِرْ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا إذْ لَوْ انْقَطَعَ لِدُونِ الْعَشَرَةِ وَلِتَمَامِ عَادَتِهَا وَمَضَى عَلَيْهَا وَقْتُ صَلَاةٍ خَرَجَتْ مِنْ الْحَيْضِ، وَجَازَ لِزَوْجِهَا قُرْبَانُهَا، فَيَنْبَغِي صِحَّةُ تَيَمُّمِهَا لِلْجِنَازَةِ تَأَمَّلْ.

(قَوْلُهُ يَسَعُ الْغُسْلَ) أَيْ مَعَ مُقَدِّمَاتِهِ كَالِاسْتِقَاءِ وَخَلْعِ الثَّوْبِ وَالتَّسَتُّرِ عَنْ الْأَعْيُنِ. وَفِي شَرْحِ الْبَزْدَوِيِّ: وَلَمْ يَذْكُرُوا أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْغُسْلُ الْمَسْنُونُ أَوْ الْفَرْضُ؛ وَالظَّاهِرُ الْفَرْضُ؛ لِأَنَّهُ يَثْبُتُ بِهِ

رُجْحَانُ جَانِبِ الطَّهَارَةِ. اهـ كَذَا فِي شَرْحِ التَّحْرِيرِ لِابْنِ أَمِيرِ حَاجٍّ (قَوْلُهُ وَالتَّحْرِيمَةُ) وَهِيَ " اللَّهُ " عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَ «اللَّهُ أَكْبَرُ» عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ، وَالْفَتْوَى عَلَى الْأَوَّلِ كَمَا فِي الْمُضْمَرَاتِ قُهُسْتَانِيٌّ (قَوْلُهُ يَعْنِي مِنْ آخِرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ إلَخْ) اعْلَمْ أَنَّهُ إذَا انْقَطَعَ دَمُ الْحَائِضِ لِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ وَكَانَ لِتَمَامِ عَادَتِهَا فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ وَطْؤُهَا إلَّا بَعْدَ الِاغْتِسَالِ أَوْ التَّيَمُّمِ بِشَرْطِهِ كَمَا مَرَّ؛ لِأَنَّهَا صَارَتْ طَاهِرَةً حَقِيقَةً أَوْ بَعْدَ أَنْ تَصِيرَ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا، وَذَلِكَ بِأَنْ يَنْقَطِعَ وَيَمْضِيَ عَلَيْهَا أَدْنَى وَقْتِ صَلَاةٍ مِنْ آخِرِهِ، وَهُوَ قَدْرُ مَا يَسَعُ الْغُسْلَ وَاللُّبْسَ وَالتَّحْرِيمَةَ، سَوَاءٌ كَانَ الِانْقِطَاعُ قَبْلَ الْوَقْتِ أَوْ فِي أَوَّلِهِ أَوْ قُبَيْلَ آخِرِهِ بِهَذَا الْقَدْرِ؛ فَإِذَا انْقَطَعَ قَبْلَ الظُّهْرِ مَثَلًا أَوْ فِي أَوَّلِ وَقْتِهِ لَا يَحِلُّ وَطْؤُهَا حَتَّى يَدْخُلَ وَقْتُ الْعَصْرِ؛ لِأَنَّهَا لَمَّا مَضَى عَلَيْهَا مِنْ آخِرِ الْوَقْتِ ذَلِكَ الْقَدْرُ صَارَتْ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا؛ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي الْوُجُوبِ آخِرُ الْوَقْتِ، وَإِذَا صَارَتْ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا صَارَتْ طَاهِرَةً حُكْمًا؛ لِأَنَّهَا لَا تَجِبُ فِي الذِّمَّةِ إلَّا بَعْدَ الْحُكْمِ عَلَيْهَا بِالطَّهَارَةِ، وَكَذَا لَوْ انْقَطَعَ فِي آخِرِهِ وَكَانَ بَيْنَ الِانْقِطَاعِ وَبَيْنَ وَقْتِ الْعَصْرِ ذَلِكَ الْقَدْرُ فَلَهُ وَطْؤُهَا بَعْدَ دُخُولِ وَقْتِ الْعَصْرِ لِمَا قُلْنَا. أَمَّا إذَا كَانَ بَيْنَهُمَا دُونَ ذَلِكَ فَلَا يَحِلُّ إلَّا بَعْدَ الْغُرُوبِ لِصَيْرُورَةِ صَلَاةِ الْعَصْرِ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا دُونَ صَلَاةِ الظُّهْرِ؛ لِأَنَّهَا لَمْ تُدْرِكْ مِنْ وَقْتِهَا مَا يُمْكِنُهَا الشُّرُوعُ فِيهِ.

فَإِذَا عَلِمْت ذَلِكَ ظَهَرَ لَك أَنَّ عِبَارَةَ الْمُصَنِّفِ مُوهِمَةٌ وَلَيْسَتْ عَلَى إطْلَاقِهَا؛ لِأَنَّهَا تُوهِمُ أَنَّهُ يَحِلُّ بِمُضِيِّ ذَلِكَ الْقَدْرِ سَوَاءٌ كَانَ فِي وَقْتِ صَلَاةٍ أَوْ فِي وَقْتٍ مُهْمَلٍ وَهُوَ مَا بَعْدَ الطُّلُوعِ إلَى الزَّوَالِ، وَسَوَاءٌ كَانَ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ أَوْ فِي آخِرِهِ مَعَ أَنَّهُ لَا عِبْرَةَ لِلْوَقْتِ الْمُهْمَلِ وَلَا لِأَوَّلِ وَقْتِ الصَّلَاةِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ ابْنُ الْكَمَالِ وَدَلَّ عَلَيْهِ التَّعْلِيلُ بِوُجُوبِهَا دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا، فَإِنَّهَا لَا تَجِبُ كَذَلِكَ إلَّا بِخُرُوجِ وَقْتِهَا خِلَافًا لِمَا غَلَّطَ فِيهِ بَعْضُهُمْ كَمَا نَبَّهَ عَلَيْهِ فِي الْبَدَائِعِ وَالْبَحْرِ، فَلِذَا قَالَ الشَّارِحُ: يَعْنِي مِنْ آخِرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ لِلِاحْتِرَازِ عَنْهُمَا، وَأَتَى بِالْعِنَايَةِ الَّتِي يُؤْتَى بِهَا فِي مَوْضِعِ الْخَفَاءِ لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ الْإِيهَامِ، وَلَوْ عَبَّرَ الْمُصَنِّفُ كَمَا عَبَّرَ الْبِرْكَوِيُّ بِقَوْلِهِ أَوْ تَصِيرُ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا لَكَانَ أَخْصَرَ وَأَظْهَرَ، وَلَكِنَّهُ قَصَدَ التَّنْبِيهَ عَلَى مَا بِهِ تَصِيرُ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا، وَهُوَ مُضِيُّ هَذَا الزَّمَانِ مِنْ آخِرِ الْوَقْتِ، ثُمَّ هَذَا كُلُّهُ إذَا لَمْ يَتِمَّ أَكْثَرُ الْمُدَّةِ قَبْلَ الْغُسْلِ كَمَا فِي الْبِرْكَوِيَّةِ، فَلَوْ تَمَّ لَهَا عَشَرَةُ أَيَّامٍ قَبْلَ خُرُوجِ الْوَقْتِ، وَالْغُسْلُ لَا يَحْتَاجُ إلَى مُضِيِّ هَذَا الزَّمَنِ.

[تَنْبِيهٌ] إنَّمَا حَلَّ وَطْؤُهَا بَعْدَ الْحُكْمِ عَلَيْهَا بِالطَّهَارَةِ بِصَيْرُورَةِ الصَّلَاةِ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا؛ لِأَنَّهَا صَارَتْ كَالْجُنُبِ وَخَرَجَتْ مِنْ الْحَيْضِ حُكْمًا، وَبِهِ يُعْلَمُ أَنَّهُ يَجُوزُ لَهَا قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ كَمَا نَقَلَهُ ط عَنْ الْبُرْجَنْدِيِّ؛ بِخِلَافِ مَا إذَا اغْتَسَلَتْ؛ وَحَيْثُ صَارَتْ كَالْجُنُبِ فَيَنْبَغِي أَنْ يَجُوزَ لَهَا التَّيَمُّمُ

لِصَلَاةِ جِنَازَةٍ أَوْ عِيدٍ خَافَتْ فَوْتَهَا كَمَا يَجُوزُ ذَلِكَ لِلْجُنُبِ كَمَا قَرَّرْنَاهُ آنِفًا (قَوْلُهُ الْأَصَحُّ لَا) أَيْ فَلَوْ انْقَطَعَ قَبْلَ الصُّبْحِ فِي رَمَضَانَ بِقَدْرِ مَا يَسَعُ الْغُسْلَ فَقَطْ لَزِمَهَا صَوْمُ ذَلِكَ الْيَوْمِ، وَلَا يَلْزَمُهَا قَضَاءُ الْعِشَاءِ مَا لَمْ تُدْرِكْ قَدْرَ تَحْرِيمَةِ الصَّلَاةِ أَيْضًا، وَهَذَا مَا صَحَّحَهُ فِي الْمُجْتَبَى. وَنَقَلَ بَعْدَهُ فِي الْبَحْرِ عَنْ التَّوْشِيحِ وَالسِّرَاجِ أَنَّهُ لَا يُجْزِيهَا صَوْمُ ذَلِكَ الْيَوْمِ إذَا لَمْ يَبْقَ مِنْ الْوَقْتِ قَدْرُ الِاغْتِسَالِ وَالتَّحْرِيمَةِ؛ لِأَنَّهُ لَا يُحْكَمُ بِطَهَارَتِهَا إلَّا بِهَذَا، وَإِنْ بَقِيَ قَدْرُهُمَا يُجْزِيهَا؛ لِأَنَّ الْعِشَاءَ صَارَتْ دَيْنًا عَلَيْهَا، وَأَنَّهُ مِنْ حُكْمِ الطَّاهِرَاتِ فَحُكِمَ بِطَهَارَتِهَا ضَرُورَةً. اهـ وَنَحْوُهُ فِي الزَّيْلَعِيِّ. وَقَالَ فِي الْبَحْرِ: وَهَذَا هُوَ الْحَقُّ فِيمَا يَظْهَرُ. اهـ. قَالَ فِي النَّهْرِ: وَفِيهِ نَظَرٌ، وَلَمْ يُبَيِّنْ وَجْهَهُ.

أَقُولُ: وَلَعَلَّهُ أَنَّ الصَّوْمَ يُمْكِنُ إنْشَاؤُهُ فِي النَّهَارِ، فَلَا يَتَوَقَّفُ وُجُوبُهُ عَلَى إدْرَاكِهَا أَكْثَرَ مِمَّا يَزِيدُ عَلَى قَدْرِ الْغُسْلِ، بِخِلَافِ الصَّلَاةِ لَكِنْ فِيهِ أَنَّهُ لَوْ أَجْزَأَهَا الصَّوْمُ بِمُجَرَّدِ إدْرَاكِ قَدْرِ الْغُسْلِ لَزِمَ أَنْ يُحْكَمَ بِطَهَارَتِهَا مِنْ الْحَيْضِ؛ لِأَنَّ الصَّوْمَ لَا يُجْزِئُ مِنْ الْحَائِضِ، وَلَزِمَ أَنْ يَحِلَّ وَطْؤُهَا لَوْ كَانَا مُسَافِرَيْنِ فِي رَمَضَانَ مَعَ أَنَّهُ خِلَافُ مَا أَطْبَقُوا عَلَيْهِ، مِنْ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ مَا لَمْ تَجِبْ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا، وَلَا تَجِبُ إلَّا بِإِدْرَاكِ الْغُسْلِ وَالتَّحْرِيمَةِ؛ فَالَّذِي يَظْهَرُ مَا قَالَ فِي الْبَحْرِ أَنَّهُ الْحَقُّ. ثُمَّ لَا يَخْفَى أَنَّ لُبْسَ الثِّيَابِ مِثْلُ التَّحْرِيمَةِ إذْ لَا تَجِبُ الصَّلَاةُ بِدُونِهِ كَمَا مَرَّ، لَكِنَّ هَذَا عَلَى الْقَوْلِ بِاشْتِرَاطِ التَّحْرِيمَةِ لَا عَلَى مَا صَحَّحَهُ الشَّارِحُ تَبَعًا لِلْمُجْتَبَى فَافْهَمْ (قَوْلُهُ وَهِيَ) أَيْ التَّحْرِيمَةُ: أَيْ زَمَانُهَا مِنْ الطُّهْرِ: أَيْ مِنْ زَمَنِهِ (قَوْلُهُ مُطْلَقًا) أَيْ سَوَاءٌ كَانَ الِانْقِطَاعُ لِأَكْثَرِ الْحَيْضِ أَوْ لِدُونِ ذَلِكَ ح (قَوْلُهُ وَكَذَا الْغُسْلُ) أَيْ الْغُسْلُ مِثْلُ التَّحْرِيمَةِ فِي أَنَّهُ مِنْ الطُّهْرِ لَوْ الِانْقِطَاعُ لِأَكْثَرِهِ أَوْ لِأَقَلِّهِ فَلَا، بَلْ هُوَ مِنْ الْحَيْضِ، لَكِنَّ هَذَا فِي حَقِّ الْقُرْبَانِ، وَانْقِطَاعِ الرَّجْعَةِ وَجَوَازِ التَّزَوُّجِ بِآخَرَ لَا فِي حَقِّ جَمِيعِ الْأَحْكَامِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهَا إذَا طَهُرَتْ عَقِبَ غَيْبُوبَةِ الشَّفَقِ ثُمَّ اغْتَسَلَتْ عِنْدَ الْفَجْرِ الْكَاذِبِ ثُمَّ رَأَتْ الدَّمَ فِي اللَّيْلَةِ السَّادِسَةَ عَشَرَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّفَقِ فَهُوَ طُهْرٌ تَامٌّ وَإِنْ لَمْ يَتِمَّ خَمْسَةَ عَشَرَ مِنْ وَقْتِ الِاغْتِسَالِ. اهـ بَحْرٌ عَنْ الْمُجْتَبَى: أَيْ لَوْ انْقَطَعَ دَمُهَا لِتَمَامِ الْعَشَرَةِ حَلَّ لِزَوْجِهَا قُرْبَانُهَا قَبْلَ الْغُسْلِ؛ لِأَنَّ زَمَنَ الْغُسْلِ حِينَئِذٍ مِنْ الطُّهْرِ فَصَارَ وَاطِئًا فِي الطُّهْرِ، وَكَذَا تَنْقَطِعُ الرَّجْعَةُ بِمُجَرَّدِ طُهْرِهَا بِتَمَامِ الْعَشَرَةِ فِي الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ لَوْ كَانَتْ مُطَلَّقَةً طَلَاقًا رَجْعِيًّا. وَيَجُوزُ لَهَا التَّزَوُّجُ بِآخَرَ؛ لِأَنَّهَا بَانَتْ مِنْ الْأَوَّلِ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ.

وَأَمَّا لَوْ كَانَ الِانْقِطَاعُ لِدُونِ الْعَشَرَةِ وَلِتَمَامِ عَادَتِهَا فَلَا تَثْبُتُ هَذِهِ الْأَحْكَامُ مَا لَمْ تَغْتَسِلْ؛ لِأَنَّ زَمَنَ الْغُسْلِ حِينَئِذٍ مِنْ الْحَيْضِ، فَلَوْ وَطِئَهَا زَوْجُهَا قَبْلَ الْغُسْلِ كَانَ وَاطِئًا فِي زَمَنِ الْحَيْضِ وَكَذَا لَا تَنْقَضِي عِدَّتُهَا مَا لَمْ تَغْتَسِلْ، وَأَمَّا فِي حَقِّ بَقِيَّةِ الْأَحْكَامِ فَلَا يُشْتَرَطُ الْغُسْلُ، فَفِي مِثْلِ الصَّلَاةِ أَوْ الصَّوْمِ يَجِبُ عَلَيْهَا وَإِنْ لَمْ تَغْتَسِلْ لَكِنْ بِشَرْطِ إدْرَاكِ زَمَنِ التَّحْرِيمَةِ (قَوْلُهُ فَتَقْضِي إلَخْ) أَيْ

إذَا عَلِمَتْ أَنَّ زَمَنَ التَّحْرِيمَةِ مِنْ الطُّهْرِ مُطْلَقًا وَأَنَّ زَمَنَ الْغُسْلِ مِنْ الْحَيْضِ فِي الِانْقِطَاعِ لِأَقَلِّهِ فَتَقْضِي الصَّلَاةَ إنْ بَقِيَ قَدْرُ الْغُسْلِ وَالتَّحْرِيمَةِ، فَلَا يَكْفِي إدْرَاكُ قَدْرِ الْغُسْلِ فَقَطْ، بَلْ لَا بُدَّ مِنْ إدْرَاكِ قَدْرِ التَّحْرِيمَةِ أَيْضًا: أَيْ وَلُبْسِ الثِّيَابِ كَمَا مَرَّ (قَوْلُهُ وَلَوْ لِعَشْرَةٍ إلَخْ) أَيْ وَلَوْ انْقَطَعَ لِعَشْرَةٍ، فَتَقْضِي الصَّلَاةَ إنْ بَقِيَ قَدْرُ التَّحْرِيمَةِ فَقَطْ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ زَمَنَ الْغُسْلِ مِنْ الْحَيْضِ لَوْ انْقَطَعَ لِأَقَلِّهِ؛ لِأَنَّهَا إنَّمَا تَطْهُرُ بَعْدَ الْغُسْلِ، فَإِذَا أَدْرَكَتْ مِنْ آخِرِ الْوَقْتِ قَدْرَ مَا يَسَعُ الْغُسْلَ فَقَطْ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهَا قَضَاءُ تِلْكَ الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّهَا لَمْ تَخْرُجْ مِنْ الْحَيْضِ فِي الْوَقْتِ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ يَسَعُ التَّحْرِيمَةَ أَيْضًا؛ لِأَنَّ التَّحْرِيمَةَ مِنْ الطُّهْرِ فَيَجِبُ الْقَضَاءُ. وَأَمَّا إذَا انْقَطَعَ لِأَكْثَرِهِ فَإِنَّهَا تَخْرُجُ مِنْ الْحَيْضِ بِمُجَرَّدِ ذَلِكَ، فَيَكُونُ زَمَنُ الْغُسْلِ مِنْ الطُّهْرِ وَإِلَّا لَزِمَ أَنْ تَزِيدَ مُدَّةُ الْحَيْضِ عَلَى الْعَشَرَةِ، فَإِذَا أَدْرَكَتْ مِنْ آخِرِ الْوَقْتِ قَدْرَ التَّحْرِيمَةِ وَجَبَ الْقَضَاءُ وَإِنْ لَمْ تَتَمَكَّنْ مِنْ الْغُسْلِ؛ لِأَنَّهَا أَدْرَكَتْ بَعْدَ الْخُرُوجِ مِنْ الْحَيْضِ جُزْءًا مِنْ الْوَقْتِ، وَإِنَّمَا حَلَّ الْوَطْءُ فِي الِانْقِطَاعِ لِأَكْثَرِهِ مُطْلَقًا لِتَوَقُّفِهِ عَلَى الْخُرُوجِ مِنْ الْحَيْضِ وَقَدْ وُجِدَ، بِخِلَافِ وُجُوبِ الصَّلَاةِ لِتَوَقُّفِهِ عَلَى إدْرَاكِ جُزْءٍ آخَرَ بَعْدَهُ. (بَابُ الْحَيْضِ)

مبین الرحمٰن

رجب المرجب 1440ھ/مارچ 2019

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

نماز کے اہم مسئلے کی وضاحت

عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

سجدے میں پیشانی رکھنے کا سنت طریقہ:

سجدے میں پیشانی رکھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کرتے وقت عمامے کا کوئی پیچ ماتھے اور زمین کے مابین حائل نہ ہو بلکہ ماتھا براہِ راست زمین پر لگے۔

عمامہ پہنے ہوئے اس کے پیچ پر سجدہ کرنے کی تین صورتیں ہیں:

- عمامے کے پیچ ماتھے پر ہوں اور سجدہ کرتے وقت وہ پیچ اس قدر دَب جائیں کہ زمین کی سختی محسوس ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جائز تو ہے، لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں۔
- عمامے کے پیچ ماتھے پر ہوں اور عمامہ اس قدر بڑا ہو کہ سجدے کے دوران بس دبتا ہی چلا جائے کہ زمین کی سختی محسوس نہ ہو تو اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا۔
- عمامہ سر ہی کے اوپر ہو اور زمین سے اس طرح لگا ہو کہ اس کی وجہ سے ماتھا زمین سے نہ لگے بلکہ اوپر ہی کو اٹھا رہے تو اس سے بھی سجدہ ادا نہیں ہوتا۔

○ في «البحر الرائق»:

قَوْلُهُ: (وَكُرِهَ بِأَحَدِهِمَا أو بكور عِمَامَتِهِ) أَيْ كُرِهَ السُّجُودُ عليه. وهو دَوْرُهَا، يُقَالُ: كَارَ الْعِمَامَةَ وَكَوَّرَهَا: دَارَهَا على رَأْسِهِ، وَهَذِهِ الْعِمَامَةُ عَشَرَةُ أَكْوَارٍ وَعِشْرُونَ كَوْرًا، كَذَا في «الْمُغْرِبِ». وهو بِفَتْحِ الْكَافِ كما ضَبَطَهُ ابن أميرحاج لِحَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ: كنا نُصَلِّي مع النبي في شِدَّةِ الْحَرِّ فإذا لم يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يّمَكِّنَ جَبْهَتَهُ من الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عليه. وَذَكَرَ الْبُخَارِيُّ في «صَحِيحِهِ»: قال الْحَسَنُ: كان الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ على الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ. فَدَلَّ ذلك على الصِّحَّةِ، وَإِنَّمَا كُرِهَ؛ لِمَا فيه من تَرْكِ نِهَايَةِ التَّعْظِيمِ. وما في «التنجيس» من التَّعْلِيلِ بِتَرْكِ التَّعْظِيمِ رَاجِعٌ إلَيْهِ، والا فترك التَّعْظِيمِ أَصْلًا مُبْطِلٌ لِلصَّلَاةِ. وقد نَبَّهَ الْعَلَّامَةُ ابن أميرحاج هُنَا تَنْبِيهًا حَسَنًا وهو أَنَّ صِحَّةَ السُّجُودِ على الْكَوْرِ إذَا كان الْكَوْرُ على الْجَبْهَةِ أو بَعْضِهَا، أَمَّا إذَا كان على الرَّأْسِ فَقَطْ وَسَجَدَ عليه ولم تُصِبْ جَبْهَتُهُ الأرض على الْقَوْلِ بِتَعْيِينِهَا وَلَا أَنْفُهُ على الْقَوْلِ بِعَدَمِ

تَعْيِينِهَا فإن الصَّلَاةَ لَا تَصِحُّ؛ لِعَدَمِ السُّجُودِ على مَحَلِّهِ، وَكَثِيرٌ من الْعَوَامّ يَتَسَاهَلُ في ذلك وَيَظُنُّ الْجَوَازَ.

وَظَاهِرٌ أَنَّ الْكَرَاهَةَ تَنْزِيهِيَّةٌ؛ لِنَقْلِ فِعْلِهِ وَأَصْحَابِهِ من السُّجُودِ على الْعِمَامَةِ تَعْلِيمًا لِلْجَوَازِ فلم تَكُنْ تَحْرِيمِيَّةً، وقد أَخْرَجَ أبو دَاوُد عن صَالِحِ بن حَيَوَانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ رَأَى رَجُلًا يَسْجُدُ وقد اعْتَمَّ على جَبْهَتِهِ فَحَسَرَ عن جَبْهَتِهِ؛ إرْشَادًا لِمَا هو الْأَفْضَلُ وَالْأَكْمَلُ. وَلَا يَخْفَى أَنَّ مَحَلَّ الْكَرَاهَةِ عِنْدَ عَدَمِ الْعُذْرِ، أَمَّا معه فَلَا.

○ وفي «الهندية»:

وَيُكْرَهُ أَنْ يَسْجُدَ على كَوْرِ عِمَامَتِهِ كَذَا في «الذَّخِيرَة»، إنَّمَا يُكْرَهُ إذَا لم يَمْنَعْ وِجْدَانَ حَجْمِ الْأَرْضِ فإنه لو مَنَعَ ذلك لم يَجُزْ أَصْلًا كَذَا في «الْبُرْجَنْدِيِّ». إذَا بَسَطَ كُمَّهُ وَسَجَدَ عليه إنْ بَسَطَ لِيَقِيَ التُّرَابَ عن وَجْهِهِ كُرِهَ وَإِنْ بَسَطَ لِيَقِيَ التُّرَابَ عن عِمَامَتِهِ وَثِيَابِهِ لَا يُكْرَهُ كَذَا «في الْبَحْرِ الرَّائِقِ». رَجُلٌ يُصَلِّي على الْأَرْضِ وَيَسْجُدُ على خِرْقَةٍ وَضَعُوهَا بين يَدَيْهِ لِيَقِيَ بها الْحَرَّ لَا بَأْسَ بِهِ كَذَا في «الظَّهِيرِيَّةِ».

○ وفي «الدر المختار»:

(كما يكره تنزيها بكور عمامته) إلا بعذر (وإن صح) عندنا بشرط كونه على جبهته كلها أو بعضها كما مر (أما إذا كان) الكور (على رأسه فقط وسجد عليه مقتصرا) أي ولم تصب الأرض جبهته ولا أنفه على القول به (لا) يصح؛ لعدم السجود على محله وبشرط طهارة المكان وأن يجد حجم الأرض.

○ وفي «اللباب شرح مختصر القدوري»:

وإن سجد على كور عمامته) إذا كان على جبهته (أو فاضل) أي طرف (ثوبه جاز) ويكره إلا من عذر.

○ وفي «بدائع الصنائع»:
وَمِنْهَا: أَنْ يَسْجُدَ على الْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ من غَيْرِ حَائِلٍ من الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ، وَلَوْ سَجَدَ على كَوْرِ الْعِمَامَةِ وَوَجَدَ صَلَابَةَ الْأَرْضِ جَازَ عِنْدَنَا كَذَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ في الْآثَارِ. وقال الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ. وَالصَّحِيحُ قَوْلُنَا؛ لِمَا رُوِيَ أَنَّ النبي ﷺ كان يَسْجُدُ على كَوْرِ عِمَامَتِهِ، وَلِأَنَّهُ لو سَجَدَ على عِمَامَتِهِ وَهِيَ مُنْفَصِلَةٌ عنه وَوَجَدَ صَلَابَةَ الْأَرْضِ يَجُوزُ فَكَذَا إذَا كانت مُتَّصِلَةً بِهِ.

مبین الرحمٰن

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

تبلیغی جماعت سے متعلق غلط فہمی کا ازالہ کیجیے

کیا سہ روزہ، چلہ وغیرہ لگانا بدعت ہے؟؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

اِحداث للدین اور اِحداث فی الدین کی حقیقت:

احداث فی الدین کا مطلب ہے: دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنا۔ جبکہ احداث للدین کا مطلب ہے: دین کے لیے کوئی نیا کام ایجاد کرنا۔

دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنے کو اِحداث فی الدین بھی کہتے ہیں، اور یہی بدعت ہے۔ احداث فی الدین یعنی دین میں کوئی کام ایجاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو براہِ راست فرض، واجب، سنت یا مستحب کا درجہ دیا جائے، اس کو مقصود قرار دیا جائے، اس کو اپنی ذات میں عبادت سمجھا جاتا ہے، اور اس کو چھوڑنے والے پر وہی حکم لگایا جائے جو کہ فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی عبادت کے چھوڑنے پر حکم لگایا جاتا ہے۔

جبکہ احداث للدین کا مطلب یہ ہے کہ اس کو براہِ راست فرض، واجب، سنت یا مستحب کا درجہ نہیں دیا جاتا، اس کو مقصود قرار نہیں دیا جاتا، اس کو اپنی ذات میں عبادت نہیں سمجھا جاتا، اور اس کو چھوڑنے والے پر وہ حکم ہرگز نہیں لگایا جاسکتا جو کہ فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی عبادت کے چھوڑنے پر حکم لگایا جاتا ہے۔

اس سے احداث فی الدین اور للدین کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبِ جمعہ، سہ روزہ، چلہ وغیرہ بدعت نہیں کیوں کہ یہ امور اپنی ذات میں مقصود اور عبادت نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود اور عبادت تو دین سیکھنا سکھانا اور دعوت و تبلیغ ہے جس کا قرآن وسنت سے واضح ثبوت ہے۔ اسی طرح یہ امور ضروری نہیں سمجھے جاتے بلکہ جو ضروری ہے وہ دین سیکھنا اور حسبِ استطاعت دوسروں تک پہنچانا ہے، جس کی اہمیت اور صراحت قرآن وسنت میں کثیر مقامات میں موجود ہے۔ شبِ جمعہ، سہ روزہ، چلہ وغیرہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ دین سیکھنے اور دین کی اشاعت کے لیے ایک بہترین منظم انتظام ہے جس کی اہمیت وافادیت سب کے سامنے ہے، اور اس نظام میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی، گویا کہ یہ دین کے لیے ایجاد ہے، دین میں ایجاد نہیں ہے۔ اور پھر تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا بھی ہے، دین سکھانا بھی ہے، اپنی اصلاح اور آخرت کی فکر پیدا کرنا بھی ہے، اللہ کے راستے میں نکلنا بھی ہے، دین کی اشاعت کے لیے در در پھرنا بھی ہے؛ یہ تمام وہ امور ہیں جن سے متعلق صریح

آیات واحادیث وارد ہیں، اگر ان کے لیے مدارس کی طرح ایک منظم نظام مرتب کر دیا جائے تو اس میں حرج ہی کیا ہے بلکہ منظم طریقے سے کام بہتر انداز میں ہو سکتا ہے۔

جبکہ جشنِ میلاد، اذان سے قبل درود و سلام وغیرہ جیسے امور تو براہ راست دین سمجھے جاتے ہیں، عبادت سمجھے جاتے ہیں، بلکہ عشق رسالت اور دینداری کا معیار قرار دیے جاتے ہیں، نہ کرنے والے کو ملامت کیا جاتا ہے، ان کو طعنے دیے جاتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام صورتحال اس بات کی شاہد ہے کہ یہ دین میں ایجاد کردہ کام ہے نہ کہ دین کے لیے ایجاد کردہ کام۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی اس تحریر پر بھی غور کیا جائے:

بدعت کی تعریف اور اس کی حقیقت:

اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں، خواہ عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاح شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہدِ مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً، نہ صراحتًا نہ اشارتًا۔ بدعت کی یہ تعریف علامہ برکوئی کی کتاب "الطریقۃ المحمدیۃ" اور علامہ شاطبیؒ کی کتاب "الاعتصام" سے لی گئی ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لیے جو نئے نئے آلات اور طریقے روز مرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ وہ بطورِ عبادت اور بہ نیتِ ثواب نہیں کیے جاتے، یہ سب جائز اور مباح ہیں، بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو عبادات آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً، صراحتًا یا اشارتًا؛ وہ بھی بدعت نہیں ہو سکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس کام کی ضرورت عہدِ رسالت میں موجود نہ تھی، بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیدا ہو گئی، وہ بھی بدعت میں داخل نہیں، جیسے مروّجہ مدارس اسلامیہ اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لیے صرف و نحو اور

ادب عربی اور فصاحت وبلاغت کے فنون، یا مخالفِ اسلام فرقوں کا ردّ کرنے کے لیے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے جدید اسلحہ اور جدید طریقۂ جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں، مگر پھر بھی ان کو بدعت اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا سبب، داعی اور ضرورت اس عہد مبارک میں موجود نہ تھی، بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علمائے امت نے اس کو پورا کرنے کے لیے مناسب تدبیریں اور صورتیں اختیار کرلیں۔ (جواہر الفقہ ۱/۴۵۸)

اِحداث فی الدّین اور اِحداث للدّین کی تفصیل:

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں، نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا، بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں، گویا یہ اِحداث فی الدین نہیں بلکہ اِحداث للدین ہے، اور احادیث میں ممانعت احداث فی الدین کی آئی ہے، احداث للدّین کی نہیں، یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لیے بضرورتِ زمان ومکان کوئی نئی صورت اختیار کرلینا ممنوع نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جن کاموں کی ضرورت عہدِ رسالت میں اور زمانِ مابعد میں یکساں ہے ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں اس کو بدعت کہا جائے گا اور یہ ازروئے قرآن وحدیث ممنوع وناجائز ہوگا، مثلاً درود وسلام کے وقت کھڑے ہوکر پڑھنے کی پابندی، فقراء کو کھانا کھلاکر ایصال ثواب کرنے کے لیے کھانے پر مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی، نماز باجماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دعاء مانگنے کی پابندی، ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ چہلم وغیرہ کی پابندی، رجب وشعبان وغیرہ کی متبرک راتوں میں خود ایجاد قسم کی نمازیں اور ان کے لیے چراغاں وغیرہ، اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض وواجب کی طرح سمجھنا، ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ درود وسلام، صدقہ وخیرات، اموات کو ایصالِ ثواب، متبرک راتوں میں نماز وعبادت، نمازوں کے بعد دعا؛ یہ سب چیزیں عبادات ہیں، ان کی

ضرورت جیسے آج ہے ایسے ہی عہدِ صحابہ میں بھی تھی، ان کے ذریعہ ثوابِ آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہو سکتا ہے، رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو ان سب سے زائد تھا، کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کو صحابہ کرام سے زائد ذوقِ عبادت اور شوقِ رضائے الٰہی حاصل ہے؟؟ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ فرماتے ہیں کہ:

كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَا تَعَبَّدُوهَا فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَنَحْوُهُ لِابْنِ مَسْعُودٍ أَيْضًا۔

یعنی جو عبادت صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں، اے مسلمانو! خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو، اور اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی منقول ہے۔

(الاعتصام للشاطبیؒ ۱/۳۱۰، جواہر الفقہ ۱/۴۵۸)

بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی حقیقت:

صحیح حدیث میں ہے: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاحِ شرع میں ہر بدعت سیّئہ اور گمراہی ہے، کسی بدعت اصطلاحی کو بدعتِ حسنہ نہیں کہا جاسکتا، البتہ لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اِس اعتبار سے ایسی چیزوں کو بدعتِ حسنہ کہہ دیتے ہیں جو صریح طور پر آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھی، بعد میں کسی ضرورت کی بنا پر ان کو اختیار کیا گیا، جیسے آج کل کے مدارس اسلامیہ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم وفنون کہ دراصل بنیاد تعلیم اور درس اور مدرسہ کی تو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، آپ نے خود فرمایا "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً" یعنی میں تو معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن جس طرح کے مدارس کا قیام اور ان میں جس طرح کی تعلیم آج کل بضرورتِ زمانہ ضروری ہوگئی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں اس کی ضرورت نہ تھی، آج ضرورت پیش آئی تو اِحیائے سنت کے لیے

اس کو اختیار کیا گیا۔ جو تعریف بدعت کی اوپر لکھی جاچکی ہے اس کی رو سے ایسے اعمال بدعت میں داخل نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی ان کو بدعت کہہ دے تو بدعتِ حسنہ ہی کہا جائے گا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے تراویح کی یکجا جماعت کو دیکھ کر اس معنی کے اعتبار سے فرمایا: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے، کیونکہ ان کو اور سب کو معلوم تھا کہ تراویح رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھی اور پڑھائی اور زبانی اس کی تاکید کی، اس لیے حقیقۃً اور شرعاً تو اس میں بدعت کا کوئی احتمال نہ تھا، البتہ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں ایک خاص عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت کا ایسا اہتمام نہ کیا گیا تھا جو بعد میں حضور ہی کی تعلیم کے مطابق کیا گیا، اس لیے ظاہری اور لغوی طور پر یہ کام بھی نیا تھا، اس کو نعمت البدعۃ فرمایا۔ بدعتِ حسنہ کا اس سے زیادہ کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا: مَنْ أَحْدَثَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ؛ لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ [المائدة: ٣]، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا؛ فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا.(اعتصام ا/۴۸)

فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد یا بعض بزرگوں کے ایسے کلمات کی آڑ لے کر طرح طرح کی بدعتیں بدعتِ حسنہ کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لیے اس میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے، بلکہ جو چیز اصطلاحِ شرع میں بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں، بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں، بعض مکروہ تحریمی، بعض تنزیہی۔ (جواہر الفقہ ۶/ ۴۶۵)

بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام کا خلاصہ:

بدعت لغت میں ہر نئے کام کو کہتے ہیں خواہ عادت ہو یا عبادت، جن لوگوں نے یہ معنی لیے ہیں انہوں نے بدعت کی تقسیم دو قسم میں کی ہے: سیئہ اور حسنہ، جن فقہاء کے کلام میں بعض بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے وہ اس معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہیں، ورنہ در حقیقت بدعت نہیں۔

اور معنی شرعی بدعت کے یہ ہیں کہ دین میں کسی کام کا زیادہ یا کم کرنا جو قرنِ صحابہ تابعین کے بعد ہوا ہو، اور نبی کریم ﷺ سے اس کے کرنے کی اجازت منقول نہ ہو، نہ قولاً نہ فعلاً، نہ صراحتًا نہ اشارتًا۔

هذا ملخص ما في الطريقة المحمدية وهو أجمع ما رأيت من تعريف البدعة، وإن أردت التفصيل فراجع إلى بريقة شرح الطريقة ۱/۱۲۸۔

پھر بدعت میں درجات ہیں، بعض مکروہ کے درجہ میں ہیں، بعض حرام بعض شرک۔ اور مصر علی البدعۃ بہر حال فاسق ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، کما فی الدر المختار وغیرہ۔

(امداد المفتیین فتاوی دار العلوم ۲/۱۵۵)

مبین الرحمٰن

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی